ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

14

3تا9اپریل2012ء/10تا16جمادی الاُولیٰ1433ھ

استحکام وبقاءِ پاکستان کے ناگزیر لوازم

ملک وملت کے استحکام ہی نہیں، بقا تک کے لیے حسبِ ذیل چیزیں ناگزیر اور لازمی ہیں:

☆ ایک ایسا طاقتور انسانی جذبہ جو جملہ حیوانی جبلتوں پر غالب آ جائے اور قوم کے افراد میں کسی مقصد کے لیے تن من دھن لگا دینے حتیٰ کہ جان تک قربان کر دینے کا مضبوط ارادہ اور قوی داعیہ پیدا کر دے۔

☆ ایک ایسا ہمہ گیر نظریہ جو افرادِ قوم کو ایک ایسے مضبوط ذہنی وفکری رشتے میں منسلک کر کے بنیان مرصوص بنا دے جو رنگ، نسل، زبان اور زمین کے تمام رشتوں پر حاوی ہو جائے اور اس طرح قومی یک جہتی اور ہم آہنگی کا ضامن بن جائے!

☆ عام انسانی سطح پر اخلاق کی تعمیر نو جو صداقت، امانت، دیانت اور ایفاءِ عہد کی اساسات کو از سر نو مضبوط کر دے اور قومی وملی زندگی کو رشوت، خیانت، ملاوٹ، جھوٹ، فریب، ناانصافی، جانبداری، ناجائز اقرباپروری اور وعدہ خلافی ایسی تباہ کن بیماریوں سے پاک کر دے۔

☆ ایک ایسا نظامِ عدلِ اجتماعی (System of Social Justice) جو مرد اور عورت، فرد اور ریاست، اور سرمایہ اور محنت کے مابین عدل واعتدال اور قسط وانصاف اور فی الجملہ حقوق وفرائض کا صحیح وحسین توازن پیدا کر دے!

تحریک پاکستان کے تاریخی اور واقعاتی پس منظر، اور پاکستان میں بسنے والوں کی عظیم اکثریت کی فکری وجذباتی ساخت، دونوں کے اعتبار سے یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اس ملک میں یہ تمام تقاضے صرف اور صرف دین ومذہب کے ذریعے اسلام کے حوالے اور ناتے سے پورے کیے جاسکتے ہیں۔

استحکام پاکستان
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

پھر ہم کیا کریں؟

عقیدۂ بعث ونشور کے لیے
تخلیق ارض وسماوات میں غور وفکر کی دعوت

وطن عزیز کی بقا کا ناگزیر تقاضا!

آئندہ انتخابات اور اسٹیبلشمنٹ کے عزائم

23مارچ-یوم پاکستان یا یوم جمہوریہ

شرم یا فخر؟

اونٹ کے گلے میں بندھی گھنٹی

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

سورۃ ہود

(آیات 69 تا 73)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

وَلَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ بِالۡبُشۡرٰى قَالُوۡا سَلٰمًا‌ ؕ قَالَ سَلٰمٌ‌ فَمَا لَبِثَ اَنۡ جَآءَ بِعِجۡلٍ حَنِيۡذٍ ۝69 فَلَمَّا رَاٰۤ اَيۡدِيَهُمۡ لَا
تَصِلُ اِلَيۡهِ نَكِرَهُمۡ وَاَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً‌ ؕ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰى قَوۡمِ لُوۡطٍؕ ۝70 وَامۡرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتۡ
فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ ۙ وَمِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ يَعۡقُوۡبَ ۝71 قَالَتۡ يٰوَيۡلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوۡزٌ وَّهٰذَا بَعۡلِىۡ شَيۡخًا‌ ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ
عَجِيۡبٌ ۝72 قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ‌ ؕ اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ ۝73

’’اور ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو سلام کہا۔ انہوں نے بھی (جواب میں) سلام کہا۔ ابھی کچھ وقفہ نہیں ہوا تھا کہ (ابراہیم) بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ جب دیکھا کہ ان کہ ہاتھ کھانے کی طرف نہیں جاتے (یعنی وہ کھانا نہیں کھاتے) تو ان کو اجنبی سمجھ کر دل میں خوف کیا۔ (فرشتوں نے) کہا کہ خوف نہ کیجئے ہم قوم لوط کی طرف (ان کے ہلاک کرنے کو) بھیجے گئے ہیں۔ اور ابراہیم کی بیوی (جو پاس) کھڑی تھی ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔ اس نے کہا اے ہے میرے بچہ ہوگا؟ میں تو بڑھیا ہوں اور میرے میاں بھی بوڑھے ہیں۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ انہوں نے کہا کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔ وہ سزاوار تعریف اور بزرگوار ہے۔‘‘

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مختصر ذکر ہے کہ فرشتے ان کے پاس آئے اور اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خبر دی۔ یہاں سے وہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے۔ وہ قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے آئے تھے۔ جب اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت دینے آئے تو انہیں سلام کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی سلام کا جواب سلام سے دیا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے ذرا بھی دیر نہ کی، فوراً گئے اور ایک تلا ہوا بچھڑا اُن کی ضیافت کے لئے لے آئے اور اُن کے سامنے رکھ دیا۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ اُن کا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھ ہی نہیں رہا۔ اُن کے دل میں کھٹکا پیدا ہوا کہ یہ کون ہیں۔ اس زمانے میں رواج تھا کہ جب دشمن قتل کے ارادہ سے آتا تو اُس آدمی کا نمک نہ کھاتا، یعنی اگر نمک خور ہو گئے تو قتل کیسے کریں گے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ یہ کسی بُرے ارادے سے آئے ہیں' اسی لئے تو یہ ضیافت قبول نہیں کر رہے۔ اُن کے دل میں ان کی طرف سے ایک خوف پیدا ہو گیا۔ اس پر آنے والوں نے کہا: آپ گھبرائیے نہیں، اصل میں ہم اللہ کے فرشتے ہیں' ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے کہ اس پر آخری فیصلہ صادر کرنا ہے۔ ادھر کہیں حضرت سارہ بھی پیچھے کھڑی تھیں۔ انہوں نے جب ابراہیم علیہ السلام کی یہ حالت دیکھی کہ میرا شوہر خوفزدہ ہو گیا ہے تو وہ ہنس پڑیں۔ تب حضرت سارہ کو اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی گئی۔ اس سے پہلے حضرت ہاجرہ کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہو چکی تھی، اور انہیں حضرت ابراہیمؑ مکہ میں چھوڑ آئے تھے۔ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خاندانی بیوی تھیں۔ ان کے ہاں اولاد نہ تھی۔ حضرت ہاجرہ تو بادشاہ مصر نے ان کی خدمت میں پیش کی تھیں۔ اس اعتبار سے انہیں لونڈی بھی کہہ دیتے ہیں، حالانکہ وہ شہزادی تھیں کہ شاہی خاندان کی خاتون تھیں۔ چونکہ حضرت سارہ کے ہاں اولاد نہ تھی، اس لئے جب حضرت ہاجرہ کے ہاں اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو وہ نسوانی فطرت کے زیر اثر اندر ہی اندر کھلنے لگیں کہ اللہ نے مجھے اولاد نہیں دی اور ہاجرہ کے ہاں اولاد ہو گئی ہے، تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توجہ ہاجرہ کی طرف زیادہ ہو جائے گی۔ اب انہوں نے کہا کہ ان کو چھوڑ کر آؤ۔ ادھر اللہ کا حکم ہو گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اسمٰعیل اور ہاجرہ کو وادِ غیر ذی زرع میں جا کر چھوڑ آئے۔ وہاں خانہ کعبہ تعمیر ہونا تھا جس کی اب صرف بنیادیں ہی وہاں تھیں، اور کوئی نشان نہ تھا۔ اب حضرت سارہ کو بھی اولاد کی بشارت دی جا رہی ہے کہ اُن کے ہاں اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوگا اور اسحٰق علیہ السلام کے ہاں بیٹا یعقوب علیہ السلام پیدا ہوگا۔ گویا بیٹے کی بشارت کے ساتھ پوتے کی بھی بشارت دی گئی۔ حضرت سارہ کہنے لگیں، ہائے میری خرابی، کیا میں اب جنوں گی جبکہ میں نہایت بوڑھی ہو چکی ہوں اور میرا یہ شوہر بھی بوڑھا ہو گیا ہے۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے جو آپ مجھے بتا رہے ہیں کہ اس بڑھاپے کی عمر میں میرے ہاں بیٹا ہوگا۔ فرشتوں نے کہا، کیا آپ اللہ کے معاملے میں تعجب کرتی ہیں، اللہ جیسے چاہے پیدا کرے، ہم یہ خوشخبری اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے دے رہے ہیں۔ اے نبی کے گھر والو، تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ یہاں سمجھ لیجئے اہل بیت کس کو کہا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے حضرت سارہ کو۔ پس اہل بیت رسولؐ آپؐ کی ازواج مطہرات ہیں۔ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ ((اللّٰھم ھٰؤلاء اھل بیتی)) اے اللہ! یہ بھی میرے اہل بیت ہیں، اور وہ حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم تھے۔ تو گویا اصل گھر والی تو بیوی ہی ہے، دوسرے افراد تو اہل بیت کی extension ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ صفات اور بزرگی والا ہے۔

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پھر ہم کیا کریں؟

غیر مشروط معافی مانگو‘ ڈرون حملے بند کرو‘ کولیشن سپورٹ فنڈ کا فوری اجراء کرو‘ کنٹینرز پر ٹیکس ادا کرو وغیرہ وغیرہ۔ پھر ہم کیا کریں گے؟ ہم نیٹو سپلائی کا زمینی روٹ بحال کر دیں گے۔ گویا تب آپ کو اجازت دے دیں گے کہ پاک سرزمین پر سے وہ گولہ بارود‘ میزائل اور دوسرا تباہ کن اسلحہ گزار سکتے ہو جس سے طالبان افغانستان کے جسموں کے پرخچے اڑائے جاسکیں‘ جس کے استعمال سے افغانیوں کی ہنستی بستی بستیاں جلا کر خاکستر کی جاسکیں اور وہ راکھ کا ڈھیر بن جائیں۔ ہمارے مذکورہ بالا مطالبات تسلیم کرلو تو ہم اپنے دینی بھائیوں کے قتل و غارت میں اور ان کے ملک پر تمہارے جابرانہ اور غاصبانہ قبضے کو برقرار رکھنے میں تمہاری مدد کریں گے۔ امریکہ کے ان پاکستانی حواریوں کو آخرت میں کتنی عبرت ناک اور کیسی المناک سزا ملتی ہے‘ ہم اس زمین کے مکین اس کی نوعیت اور شدت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس کا تصور بھی لرزا دینے والا ہے۔ لیکن تھوڑی دیر کے لیے ہم دینی نقطۂ نظر سے اس جرم اور اس کی اُخروی سزا کو ایک طرف رکھ دیتے ہیں اور ہم اس خطہ میں وقوع پذیر ہونے والے تمام واقعات کو خالصتاً دنیوی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ پہلی بات جو امریکیوں سے پوچھی جانی چاہیے وہ یہ کہ تم نے اسامہ بن لادن کو اپنا مجرم قرار دیا ہوا تھا‘ اسے بقول تمہارے تم ہلاک کر چکے ہو۔ ملا عمر اور طالبان کو تم دہشت گردوں کی اپنی فہرست سے نکال چکے ہو۔ قطر میں ان کے ساتھ مذاکرات کی میز بھی سجا چکے ہو۔ 2014ء میں افغانستان سے مکمل فوجی انخلاء کا اعلان بھی کر چکے ہو۔ اگر ان تمام اعلانات پر عمل درآمد نیک نیتی سے کیا جاتا ہے تو پھر تمہیں براستہ پاکستان زمینی روٹ کی ضرورت کیا رہ جاتی ہے۔ اگر بات محض خوراک اور دواؤں کی ہے جو افغانستان میں موجود اپنی فوجوں کو وقت معینہ تک پہنچانی ہے‘ وہ بآسانی طیاروں کے ذریعے جس کے لیے فضائی راستے تمہارے فرنٹ لائن اتحادی نے تمہارے لیے کھولے ہوئے ہیں پہنچائی جاسکتی ہیں۔ لہٰذا زمینی روٹ بحال کرنے کے لیے اتنا پریشر ڈالنے کا مطلب واضح ہے کہ اس پورے خطہ کے حوالہ سے بدنیتی کارفرما ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عیسائی اور یہودی بلکہ صحیح تر الفاظ میں تمام غیر مسلم دنیا کو ہمارا ظاہری اور نام کی حد تک مسلمان ہونا بھی قبول نہیں ہے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھنا ہو تو برادر ملک ترکی کی مثال کو سامنے رکھنا ہوگا۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے جسے بدقسمتی سے اہل ترکی اتاترک کہتے ہیں ترکی میں اسلام کے خاتمے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔ مساجد کو تالے لگا دیے گئے۔ اذان پر پابندی لگا دی گئی۔ قرآن پاک کی تلاوت پر پابندی عائد کر دی گئی۔ عربی زبان کا لکھنا‘ پڑھنا‘ بولنا ناقابل معافی جرم بنا دیا گیا۔ ائمہ مساجد اور دینی تعلیم سے آراستہ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو ہلاک کر دیا گیا۔ قصہ مختصر‘ اس بدبخت شخص نے اسلام کو ترکی سے مکمل طور پر ختم کرنے کے لیے جو کچھ ہو سکتا تھا کیا‘ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اسلام دشمنی کے حوالے سے وہ کچھ کیا جو شاید سوویت یونین‘ چین اور سابقہ کمیونسٹ مشرقی یورپ کے بعض ممالک میں بھی نہ ہوا ہو۔ ترکی کے آئین میں سیکولرازم کو بنیادی حیثیت دیتے ہوئے فوج کی یہ آئینی ذمہ داری قرار پائی کہ وہ اُس کا تحفظ کرے گی اور کسی سیاسی حکومت کو بھی یہ اجازت نہیں ہو گی کہ وہ مذہب کو ریاستی امور کی انجام دہی میں کسی طور پر بھی زیر غور لائے۔ یہ سلسلہ مصطفیٰ کمال کی موت کے بعد بھی جاری رہا۔ فوج نے کئی مرتبہ اپنی اس ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے اقتدار پر قبضہ بھی کیا۔ عدنان میندریس کو پھانسی چڑھایا۔ نجم الدین اربکان کو اکثریت حاصل کرنے کے بعد اقتدار سے محروم کیا‘ یہاں تک کہ لبرل اسلام کے قائل طیب اردگان کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں۔ مغرب کی بے حیا معاشرت پر اپنی اسلامی روایات قربان کر دیں۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود ترکی یورپی یونین کا رکن نہ بن سکا‘ صرف اس لیے کہ ترکوں پر مسلمان

تا خلافت کی بنا‘ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان‘ نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

3 تا 9 اپریل 2012ء | جلد 21
10 تا 16 جمادی الاُولیٰ 1433ھ | شمارہ 14

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔اے‘ علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو‘ لاہور۔54000

فون:36366638-36316638 فیکس:36271241

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور۔54700

فون:03-35869501 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 450 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا---------------------(2000 روپے)

یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر ”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ہونے کا بہرحال ٹھپہ لگا ہوا تھا۔

اس پس منظر میں دیکھا جائے تو غیر مسلم دنیا خصوصاً یہود و نصاریٰ کے نزدیک اہل پاکستان تو متشدد اور بنیاد پرست مسلمان ہیں۔ لہٰذا ہمارے حکمرانوں کی یہ خام خیالی ہے کہ ہم نام نہاد دہشت گردی کی جنگ میں ان کے اتحادی بن کر' طالبانِ افغانستان کو دہشت گرد تسلیم کر کے یا اسامہ بن لادن کے خلاف کارروائی کو عظیم فتح قرار دے کر یا شرمین عبید چنائے کے آسکر ایوارڈ حاصل کرنے سے یا وینا ملک کے بھارت میں ''کارنمایاں'' کی انجام دہی سے اپنا سافٹ امیج بنالیں گے' جس سے امریکہ اور یورپ کے لیے قابل قبول ہو جائیں گے۔ یہ بہت بڑی بھول ہے۔ یہ خود فریبی ہے۔ یہ نوشتۂ دیوار سے نظریں چرانے والی بات ہے۔ یہ حماقت عظمیٰ ہے۔ ہاں' البتہ اگر ہم ایٹمی اثاثہ جات سے دستبردار ہو جائیں' اپنی عسکری قوت کو ان کی خواہشات کے مطابق کٹ کر دیں اور بھارت سے اپنے تعلقات کی نوعیت ایسی کر لیں جیسی نیپال اور بھوٹان کی ہے' تب امکان ہے کہ وہ سمارٹ بموں اور ڈیزی کٹرز سے ہماری تواضع نہ کریں اور ہمیں ایک معین عرصہ تک دست بستہ حالت میں زندہ رہنے کی اجازت دے دیں' جیسے انہوں نے کچھ دوسرے مسلمان ممالک کو زندہ رہنے کی اجازت دی ہوئی ہے۔ لیکن اس کا بھی صرف امکان ہے' یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ اس لیے کہ ان قوتوں کا لاڈلا اور چہیتا بھارت پاکستان کے بارے میں یہ رائے رکھتا ہے کہ یہ ملک سرزمین ہندوستان کا جس کی حیثیت ہندوؤں کے لیے گاؤ ماتا جیسی تھی مقدس جسد کاٹ کر بنایا گیا ہے۔ لہٰذا جب تک یہ ملک گلوب پر نظر آئے گا ہندو کے سینے پر سانپ لوٹتے رہیں گے۔ پاکستان کے حکمران بچ جانے کی خواہش میں خود کو اور پاکستان کو انتہائی سافٹ بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ وہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ سخت شے کو کھانے کے لیے چبانا پڑتا ہے' محنت کرنا پڑتی ہے' دانتوں کو تیز کرنا پڑتا ہے۔ پھر بھی وہ بعض اوقات معدے کے لیے تکلیف کا باعث بن جاتی ہے' جبکہ سافٹ شے کو ہڑپ کرنا کتنا آسان' کتنا سہل ہوتا ہے اور معدہ اسے بآسانی ہضم کر جاتا ہے۔

درحقیقت گزشتہ دو صدیوں میں دنیا میں بڑے سرمایہ داروں کا ایک ایسا گروپ پیدا ہو چکا ہے جس میں زیادہ تعداد صیہونیوں (Zionist) کی ہے جو یہودی مذہب کا ایک حصہ ہیں۔ ان کا بنیادی پیشہ بینکاری ہے۔ ذرائع ابلاغ یعنی میڈیا پر ان کا مکمل قبضہ ہے۔ ان کا ایمان سرمایہ اور سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ ان کی دولت کل دنیا کی دولت کا ایک بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے دنیا خصوصاً امریکہ اور یورپ میں این جی اوز اور تھنک ٹینکس کا جال بچھایا ہوا ہے۔ ان کا ہدف One World Government کا قیام ہے۔ بش کا خاندان جو امریکہ کا سابق صدر بھی تھا' اس گروپ کا اہم رکن ہے۔ سینئر بش نے سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد جو New World Order کا اعلان کیا تھا' وہ اپنے ہدف کی طرف بڑھنے کا پہلا عوامی سطح پر اعلان تھا۔ یہ بینکاروں کا گروپ اب عالمی سطح پر حکومتیں بنانے اور گرانے کا کام کرتا ہے۔ امریکہ پر جو دنیا کی سپریم قوت ہے' سب سے زیادہ اور مضبوطی سے یہ گروپ اپنے پنجے گاڑنے میں مکمل طور پر کامیاب ہے۔ اس سپریم قوت کو وہ دنیا بھر میں اپنے اہداف کے حصول کے لیے استعمال کرتا ہے۔ عالمی غنڈوں کا یہ گروہ حقیقت میں دوست کسی کا بھی نہیں' البتہ عالم اسلام خصوصاً اسلامی ایٹمی قوت ہونے کے حوالہ سے پاکستان کا بدترین دشمن ہے۔ اس لیے کہ اس گروہ کے کرتا دھرتا صیہونی ہیں۔ ہم پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت پر واضح کر دینا چاہیے کہ امریکی جنگی ساز و سامان کو افغانستان پہنچانے کے لیے امریکہ کو زمینی نہیں فضائی روٹ استعمال کرنے کی اجازت دینا پہلے بھی غلط تھا' جس کے نتائج ہم بری طرح بھگت رہے ہیں۔ اِس غلطی کا دہرانا بدتر نتائج پیدا کرے گا۔ ہم روزِ اوّل سے اس کی شدید مخالفت کرتے رہے ہیں کہ امریکہ کو اس خطے میں جنگی کارروائیوں میں سہولیات دینا گویا سانپ کو دودھ پلانے کے مترادف ہے۔ وہی ہوا' امریکیوں نے پاکستانیوں کو مارنا شروع کر دیا۔ اب جبکہ ہم ایک فیصلہ لے چکے ہیں تو اس پر ڈٹ جائیں۔ نہ صرف زمینی راستے سے بلکہ فضائی راستے سے بھی افغانستان سامان حرب پہنچانے کی امریکہ کو اجازت نہ دیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمیں قیمت بڑھانے کی نہیں بلکہ اس نام نہاد جنگ سے علیحدگی کا فیصلہ کرنا چاہئے۔ یہی فیصلہ انسانی' اخلاقی' قانونی' آئینی اور خصوصاً دینی حوالہ سے درست ہوگا۔ ہم اللہ کا نام لے کر اپنا قبلہ درست کریں' اللہ سے معافی طلب کرتے ہوئے اس کی طرف رجوع کریں۔ وہی کائنات کی سپریم پاور ہے۔ ان شاء اللہ ایسی صورت میں فرشتے اب بھی ہماری مدد کو قطار اندر قطار اتریں گے اور امریکہ اور اس کے اتحادی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ جرأت و ہمت سے فیصلہ کرنے اور اللہ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

بقیہ: فکر سود و زیاں

تقدیر مبرم قرار دیا تھا' لیکن آج اس ریاست میں سب کچھ ہے مگر اسلام کا نظام عدل نہیں۔ البتہ اسلام کے بارے میں ہمارے سیاستدان lip service میں ایک دوسرے سے آگے جانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ عملی اعتبار سے اسلام سے زیادہ نفاق کے مظاہر سامنے آرہے ہیں۔

اگر ہم وطن عزیز کی بقا چاہتے ہیں تو ہمیں قیام پاکستان کے اصل مقاصد کی طرف لوٹنا ہوگا۔ تحریک پاکستان کی طرح تحریک نفاذ اسلام کا غلغلہ بلند کرنا پڑے گا اور اس کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ لگانا پڑے گا۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھیے' کہ اللہ ہمارا محتاج نہیں، وہ ہماری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا، جو ہم جیسی قوم نہیں ہوگی۔ یہ مملکت خداداد ہے اور اسی نے اس کو قائم رکھا ہوا ہے، ورنہ ہم نے اس کے خاتمے کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

اللہ تعالیٰ وطن عزیز کو اندرونی و بیرونی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھے اور اسے اسلام کی منزل سے ہمکنار فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

عقیدۂ بعث و نشور

کے اثبات کے لیے تخلیق ارض و سماوات پر غور و فکر کی دعوت

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 23 مارچ 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ قٓ کی آیات 1 تا 18 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! خطبۂ جمعہ کا اصل مقصد تذکیر اور یاددہانی ہے۔ یاددہانی کا سب سے مؤثر ذریعہ قرآن مجید ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ خطبۂ جمعہ میں قرآن پڑھتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ یہ یاددہانی اور تذکیر کن باتوں کی ہے؟ یہ دراصل زندگی کے اصل حقائق کی یاددہانی ہے، جن سے ہم بالعموم بے گانہ رہتے ہیں اور ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔ زندگی کی اصل حقیقت اور انسان کا اصل مسئلہ نجات اُخروی ہے۔ ہمارا مستقبل دنیا نہیں، آخرت ہے۔ دنیا تو دارالامتحان ہے، جو اُخروی کامیابی کے لیے امتحانی وقفہ ہے۔ اصل زندگی آخرت کی ہے، مگر ہم اُس کو فراموش کیے بیٹھے ہیں۔ اسی طرح زندگی کی اصل حقیقت موت ہے، مگر ہم اِس کے خیال سے بھی پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ ہماری زندگی کے عیش و آرام میں خواہ مخواہ کوئی رخنہ نہ پڑے۔ یہی آج کا دجالی فتنہ ہے کہ انسان کو دنیا میں یوں الجھائے رکھو کہ زندگی کے اصل حقائق سے بے خبر رہے۔ نماز جمعہ کے ہفتہ وار تذکیری پروگرام کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو بھرپور انداز میں زندگی کے اصل حقائق کی طرف متوجہ کیا جائے۔

تذکیر و یاددہانی کے حوالے سے آج میں نے آپ کے سامنے سورۂ قٓ کی آیات تلاوت کی ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ تذکیر کے لیے بالعموم اِسی سورت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ آیئے، اِس سورۂ مبارکہ کا مطالعہ کریں۔

﴿قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ①﴾

''قٓ، قرآن مجید کی قسم (کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں)۔''

اِس سورت کی ابتدا حرف قٓ سے ہوئی ہے اور ساتھ ہی قرآن مجید کی قسم کھائی گئی ہے۔ لفظ قٓ حروف مقطعات میں سے ہے، جس کے معنی اللہ اور اُس کے رسول کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ حروف مقطعات قرآن حکیم کی 29 سورتوں سے پہلے آئے ہیں۔ کہیں دو، کہیں تین، کہیں چار، اور کہیں پانچ کی تعداد میں آئے ہیں۔ تین سورتیں ایسی ہیں، جن میں یہ ایک ایک حرف آیا ہے۔ انہی میں سے ایک یہ سورۃ قٓ ہے۔ قرآن جس کی قسم کھائی گئی، اُس کی صفت یہ بتائی گئی کہ وہ ''المجید'' یعنی عظمت والا ہے۔ المجید اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اُس کا کلام بھی المجید ہے۔ قرآن خود اِس بات پر گواہ ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے جو بزرگ و برتر ہے۔ اِس کے مضامین، زبان و بیان، اور فصاحت و بلاغت بے مثل ہے۔ اِس جیسا کلام کوئی انسان نہیں پیش کرسکتا۔

﴿بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ②﴾

''لیکن ان لوگوں نے تعجب کیا کہ ان ہی میں سے ایک ہدایت کرنے والا ان کے پاس آیا تو کافر کہنے لگے کہ یہ بات تو (بڑی) عجیب ہے۔''

کافروں نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ اللہ نے اُن کی رہنمائی کے لئے انہی میں سے ایک شخص کو چن لیا، حالانکہ یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی بلکہ طبعی و فطری بات ہے کہ جس شخص کو اُن کی طرف بھیجا جائے وہ انہی میں سے ہو اور اُن میں سے ہر لحاظ سے اعلیٰ و ارفع ہو، جو اُن کو اللہ کی بندگی کی دعوت دے، اُن کی برائیاں اُن پر واضح کرے، تاکہ وہ اُس کی بات کو بخوبی سمجھ سکیں اور اپنی اصلاح کرسکیں۔ اپنی صفات کے ساتھ اُن پر اثر انداز ہو، اور وہ اُن کی صداقت و امانت سے متاثر ہوں اور اُس پر اعتماد کریں۔ وہ احکام الٰہی کی تبلیغ کرے اور اُن پر عمل بھی کرے، اور یوں لوگوں کے سامنے اسوۂ حسنہ پیش کرے۔

قرآن مجید کا اسلوب بتا رہا ہے کہ قرآن پڑھ اور سُن کر کفار کو یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ انسانی ساختہ کلام نہیں اور آپؐ اللہ کے سچے نبی ہیں، مگر وہ تعصب اور ہٹ دھرمی کی بنا پر ایمان لانے سے انکاری تھے۔ لہٰذا بہانے کے طور پر تعجب کا اظہار کرتے تھے کہ ہم یہ کیسے مان لیں کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیج دیا۔ اللہ نے کسی کو رسول بنا کر بھیجنا تھا تو کوئی فرشتہ بھیجتا، جس کے ہاتھ میں ایک کتاب ہوتی، جسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے، پھر ہم اُس کی رسالت پر یقین کرتے۔ یہ کیا کہ ہم ہی میں ایک شخص کو رسول بنا کر بھیج دیا۔ یہ تو بالکل عجیب بات ہے۔ ہم اِسے نہیں مان سکتے۔ کفار نے جو بہانہ رسالت محمدیؐ کے انکار کے لئے بنایا، اگر دیکھا جائے تو یہی بہانہ ہر دور میں رسالت کے انکار کے لیے بہانہ بنایا گیا۔ اسی بنا پر سابقہ منکر قوموں نے نبی اور رسول کی نبوت و رسالت کی تکذیب کی۔

﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ③﴾

''بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو پھر زندہ ہوں

گے؟) یہ زندہ ہونا (عقل سے) بعید ہے۔"

کفار کا دوسرا تعجب رسول کے پیش کردہ عقیدۂ بعث بعد الموت پر تھا، جس کو وہ ناممکن اور بعید از قیاس خیال کرتے تھے۔ اُن کا کہنا تھا کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے، تو پھر کیونکر جی اُٹھیں گے اور کیسے اللہ کے ہاں حساب کتاب ہوگا۔ اللہ کی طرف یہ لوٹنا تو بہت ہی بعید از قیاس اور ناقابل فہم ہے۔ مشرکین عرب اللہ تعالیٰ کو خالق کائنات کی حیثیت سے مانتے تھے، اگرچہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس شرک میں بھی مبتلا تھے کہ اللہ نے اپنے اختیارات کچھ اور معبودوں کو بھی دے رکھے ہیں۔ لہٰذا اِن معبودوں کو خوش رکھنا ضروری ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی وہ آخرت کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ اُن کے ہاں اگر آخرت کا موہوم تصور تھا بھی تو اُن کا خیال تھا کہ ہمارے معبود (باطلہ) ہماری شفاعت کر دیں گے۔

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ④﴾

"ان کے جسموں کو زمین جتنا (کھا کھا کر) کم کرتی جاتی ہے ہم کو معلوم ہے اور ہمارے پاس تحریری یادداشت بھی ہے۔"

کفار کی اِس بودی دلیل کا کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر دوبارہ کیسے اُٹھائیں جائیں گے، جواب یہ دیا کہ دیکھو، انسانی جسم پر دفن ہونے کے بعد جو مختلف مراحل آتے ہیں اُن کے نتیجے میں جسم میں کون سا حصہ کس تہہ میں جاتا ہے، اسے ہم خوب جانتے ہیں۔ اور ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ جسم کا کون سا خلیہ کہاں گیا ہے۔ جب وقت آئے گا ہم جسم کے تمام اجزاء کو دوبارہ اکٹھا کر کے اُسے دوبارہ کھڑا کر دیں گے۔ یہ ہمارے لیے ہرگز مشکل نہیں ہے۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں پورا ریکارڈ موجود ہے۔ جس دور میں قرآن نازل ہو رہا تھا اُس دور میں یہ بات آسانی سے سمجھ نہیں آ سکتی تھی کہ انسان کا جملہ ریکارڈ کیسے جمع ہو جاتا ہے، مگر آج کمپیوٹر کے دور میں یہ بات بآسانی سمجھ آ سکتی ہے۔ اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک چھوٹی سی chip میں بہت بڑا ریکارڈ جمع کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک چھوٹی سی سی ڈی میں کئی کئی کتابیں اکٹھی ہو سکتی ہیں۔

﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ⑤﴾

"بلکہ (عجیب بات یہ ہے کہ) جب ان کے پاس (دین) حق آ پہنچا تو انہوں نے اس کو جھوٹ سمجھا تو یہ ایک الجھی ہوئی بات میں (پڑ رہے) ہیں۔"

حیرت کی باتیں وہ نہیں جنہیں کفار باعث تعجب قرار دیتے ہیں، بلکہ اصل حیرت کی بات یہ ہے کہ کفار واضح حق کو جھٹلاتے ہیں۔ اُن کا مسئلہ یہ ہے کہ حق کو کسی صورت ماننا نہیں ہے، لہٰذا رب ذوالجلال جس نے اتنی وسیع و عریض کائنات پیدا کی، کی خلاقی، صناعی اور قدرت میں شک کا اظہار کر رہے ہیں۔ اُن کی حیرت اور تعجب درحقیقت انکارِ حق کے بہانے ہیں، ورنہ اِن کا دل گواہی دے رہا ہے کہ یہ جو دعوتِ حق پیش کی جارہی ہے، وہ حق ہے۔ وہ اِس دعوت کو اِس لیے بھی نہیں مان سکتے ہیں کہ اِس کے ماننے سے انہیں بت پرستی کے اُس سارے نظام کو، جو ان کے آباء واجداد سے چلا آتا ہے، چھوڑنا پڑے گا۔ اِس باطل نظام سے انہیں جو مراعات مل رہی ہے، اِن سے دست بردار ہونا پڑے گا، اور اپنی نفس کی خواہشات ترک کر کے اللہ اور اُس کے نبی ﷺ کی بات ماننا ہوگی۔

﴿اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ⑥﴾

"کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیونکر بنایا اور (کیونکر) سجایا اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے بعث ونشور کو بعید از عقل جاننے والوں کو آسمان کی طرف متوجہ کیا ہے کہ اِس کی تخلیق و تزئین اور مضبوطی پر غور کرو۔ دیکھو، تم مرنے کے بعد جی اُٹھنے کو بعید از قیاس خیال کرتے ہو، کہ مر کر مٹی ہو جانے کے بعد ہمارے ذرات کو کیونکر اکٹھا کیا جائے گا، لیکن ذرا اللہ کی قدرت اور صناعی کا مشاہدہ کرو، یہ تو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر وسعتوں والا آسمان بنایا ہے۔ اُس کا افق کس قدر وسیع اور اُس کی بلندی کتنی زیادہ ہے۔ اُسے اللہ نے کس خوبی سے ستاروں سے مزین کیا ہے، اور ستارے بھی اتنے زیادہ ہیں کہ جنہیں تم شمار نہیں کر سکتے۔ آسمان کے متعلق اب تک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ دو تین سو میل کی بلندی پر ہوگا، مگر سائنسی ترقی کے بعد انسان پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ آسمان و زمین کا فاصلہ اتنا زیادہ ہے کہ ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ آسمان تو درکنار ستاروں کا فاصلہ بھی زمین سے اِس قدر زیادہ ہے کہ اُن کی روشنی برسوں میں یہاں پہنچتی ہے۔ کائنات کی یہ وسعتیں اور فاصلہ دیکھ کر انسان حیران اور ششدر رہ جاتا ہے۔ اللہ نے آسمان کو کس عمدگی سے ستاروں سے مزین کیا، اِس کا مشاہدہ دیہی اور صحرائی زندگی میں ہوتا ہے۔ صحرا میں رات کے سفر کے دوران آسمان پر نگاہ ڈالیں تو اللہ کی خلاقی، قدرت اور صناعی کا عظیم نظام جلوہ گر دکھائی دیتا ہے۔ تخلیق کائنات کے اِس عظیم نظام میں کوئی رخنہ نہیں، کوئی کمی نہیں رہ گئی۔

آسمان کی تخلیق پر غور وفکر کی دعوت کے بعد زمین کی تخلیق اور اُس پر جمائے گئے پہاڑوں کی بے حد اہم ارضیاتی کارکردگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے:

﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ⑦﴾

"اور زمین کو (دیکھو اسے) ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑ رکھ دیئے اور اس میں ہر طرح کی خوشنما چیزیں اگائیں۔"

دیکھو، کیسے ہم نے زمین کو بچھایا، تمہارے لیے بچھونا بنایا ہے کہ جیسے چاہو، اُس پر چلو پھرو۔ سورۃ الملک میں ہے کہ اللہ نے زمین کو پست کر دیا ہے، کہ جیسے چاہو اُس پر چلو پھرو۔ زمین کی تخلیق بھی اللہ کی ایک نشانی ہے۔ اگر اللہ نے اِسے بچھونا نہ بنا دیا ہوتا، اِسے انسان کے لیے آراستہ نہ کر دیا ہوتا، تو یہ اپنی گردش کے سبب انسان کے رہنے کے قابل نہ ہوتی۔ زمین ایک ہی وقت میں کئی قسم کی گردش کرتی ہے۔ اس کی ایک محوری گردش ہے۔ دوسری دوری گردش ہے۔ پھر یہ کہ یہ جس نظام شمسی کا حصہ ہے، وہ بھی گردش میں ہے، اور اس طرح یہ پورے نظام کے ایک حصے کے طور پر بھی گردش میں ہے۔ اِن تمام تر گردشوں کے باوجود زمین ساکت اور پرسکون ہے۔ اگر یہ ذرا بھی ہلتی ہے تو خوف سے آدمی کی آنکھیں پھٹنے لگتی ہیں۔ اللہ نے زمین کے استحکام کے لیے اِس میں پہاڑوں کو میخوں کی صورت گاڑ دیا ہے۔ موجودہ ارضی سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ پہاڑ سطح زمین کے نیچے گہری جڑیں رکھتے ہیں۔ یہ جڑیں سطح زمین پر اُن کی بلندی سے کئی گنا زیادہ گہرائی میں اُتری ہوئی ہیں۔ پہاڑوں کی اِس کیفیت کے بیان کے لیے قرآن حکیم نے اوتاد (میخیں رکھونٹے) کا مناسب ترین لفظ استعمال کیا ہے۔ پہاڑوں کی یہ میخیں زمین کو مضبوطی اور استحکام عطا کرتی ہیں۔ آج کی سائنس زمین میں پہاڑوں کی میخوں کے نظریے تک ڈیڑھ سو سال پہلے پہنچی جب 1865 میں برطانوی شاہی فلکیات دان سر جارج ایری نے یہ بات کہی، مگر قرآن حکیم نے چودہ سو سال پہلے یہ بات کہہ دی تھی۔ پھر یہ دیکھو کہ اللہ نے زمین میں طرح طرح کے خوش منظر پھل اُگائے۔ پس زمین کا پھیلانا اور بچھانا، عظیم پہاڑوں کا اس میں گاڑنا اور نباتات کی سرسبزی، یہ سب چیزیں اللہ کی قدرت کاملہ کی مظہر ہیں۔

چنانچہ اِن مظاہر فطرت کے ذکر کے بعد فرمایا:

﴿تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑧﴾

"کہ ان کے ذریعے رجوع کرنے والے بندے

ہدایت اور نصیحت حاصل کریں۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات اور مظاہر فطرت سلیم الفطرت انسان کے لئے نصیحت اور یاددہانی ہیں۔ اِن کے مشاہدے سے اُس کے دل میں معرفت الٰہی کی دبی ہوئی چنگاری روشن ہو جاتی ہے۔ اس معرفت کا تعلق عہدالست ہے، جب تمام ارواح انسانی نے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا اور یہ اعلان کیا کہ خدایا تو ہی ہمارا رب ہے، ہم تیری ہی بندگی کریں گے۔ جب انسان دنیا میں آتا ہے تو غلط ماحول کے زیر اثر انسان یہ بات بھول جاتا ہے، لہٰذا مظاہر فطرت کے مشاہدے کے ذریعے رب کی معرفت کا سبق یاد کرایا جاتا ہے،

اگلی آیات میں بارش بلند کھجوروں، باغات اور نباتات اور اناج کا ذکر کیا اور یوں بتا دیا کہ جس عظیم ہستی نے اِن عظیم اور حیرت افزا چیزوں کو بنایا ہے، وہ موت کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی ضرور قادر ہے۔ فرمایا:

﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ⑨ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ⑩ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ⑪﴾

’’اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا اور اس سے باغ و بُستان اگائے اور کھیتی کا اناج۔ اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا گھابہ تہ بہ تہ ہوتا ہے۔ (یہ سب کچھ) بندوں کو روزی دینے کے لئے (کیا ہے)۔ اور اس (پانی) سے ہم نے شہر مردہ (یعنی زمین افتادہ) کو زندہ کیا۔ (بس) اسی طرح (قیامت کے روز) نکل پڑنا ہے۔‘‘

اللہ کی خلاقی کا ایک اور نظارہ کرو کہ اُس نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا، جس میں لوگوں کے لیے نفع کے بے شمار پہلو ہیں۔ اِس پانی کے ذریعے زمین میں باغات اُگتے ہیں، فصلیں نشوونما پاتی ہیں، کھجور پر خوشے لگتے ہیں۔ نباتات کا سارا انحصار اسی پانی پر ہے۔ یہ سارا انتظام کس لیے ہے، تاکہ بندوں کو رزق فراہم کیا جائے۔ اور یہ بھی دیکھو کہ اللہ پانی کے ذریعے مردہ پڑی زمین کو زندہ کرتا ہے۔ زمین بنجر اور بے آب و گیاہ ہوتی ہے کہ اُس پر بارش برستی ہے تو اُس پر جڑی بوٹیاں، سبزہ اور گھاس اُگ آتی ہے۔ قرآن مجید بارش اور اِس کے پانی کے ذریعے زمین میں نباتات اُگانے کے نظام کو آخرت کی دلیل کے طور پر استعمال کرتا ہے کہ دیکھو جس نے زمین پر احیائے موتیٰ کی یہ عملی حسی دلیل تمہارے سامنے رکھ دی ہے کیا وہ مردوں کو مٹی میں مل جانے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کرے گا، بالضرور کرے گا۔ جس طرح بارش ہوتی ہے تو زمین سے نباتات نکل آتی ہے، اِسی طرح اللہ کے ایک حکم سے تم بھی زمین سے جی اُٹھو گے کہ تمہارے سب اجزاء اِسی مٹی میں جمع ہیں:

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ⑫ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ⑬ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ⑭﴾

’’ان سے پہلے نوحؑ کی قوم اور کنوئیں والے اور ثمود جھٹلا چکے ہیں۔ اور عاد اور فرعون اور لوطؑ کے بھائی، اور بن کے رہنے والے اور تبع کی قوم (غرض) ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہماری وعید (عذاب) بھی پوری ہو کر رہی۔‘‘

یہاں سابقہ نافرمان قوموں کی طرف جو اشارہ کیا گیا ہے، اِس سے غرض اقوام کی تفصیل نہیں ہے، صرف یہ مدنظر ہے کہ گزشتہ لوگوں کے انجام سے عبرت دلائی جائے۔ آج تمہارے پاس اللہ کے آخری رسولؐ آئے ہیں جو تمہیں رب سے متعارف کروار ہے اور دنیا کی حقیقت بتا رہے ہیں، مگر تم دعوت حق کا انکار کر رہے ہو۔ زندگی کے اصل حقائق کی گواہی خود انسان کی فطرت دیتی ہے بشرطیکہ وہ مسخ نہ ہو گئی ہو۔ لیکن بالعموم یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی فطرت کی آواز کو دبا دیتا اور حق کا انکار کرتا ہے۔ یہی اِس سے پہلے ہوتا آیا ہے اور پھر اِس کا انجام بھی بہت بھیانک ہوا ہے۔ دیکھو، تم سے پہلے جن لوگوں نے اِن ایمانی حقائق کا مذاق اُڑایا اور جھٹلایا اُن کا انجام کیا ہوا ہے۔ قوم نوحؑ نے دعوت حق کو جھٹلایا، تو انہیں کس طرح طوفان سے تباہ کر دیا گیا۔ کنویں والوں نے تکذیب حق کی روش اختیار کی اور رسول کو کنویں میں بند کر دیا تو اُن کا کیا حشر ہوا۔ قوم ثمود نے، جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا، حق کی مخالفت کی تو کس انجام سے دوچار ہوئی۔ قوم عاد نے تکذیب کی تو اِس کا کیا نتیجہ نکلا۔ پھر فرعون اور لوط علیہ السلام کے بھائیوں نے حق کو جھٹلایا۔ ایکہ والوں (یعنی حضرت شعیبؑ کی قوم) اور تبع کی قوم (جو سبا کے علاقے میں آباد تھی) نے حق کی مخالفت کی تو انہیں کس ہولناک انجام کا سامنا کرنا پڑا۔ اِن سب قوموں نے رسولوں کی تکذیب کی تو پھر اُن پر اللہ کا عذاب واقع ہو کر رہا۔ تکذیب حق کی پاداش میں ان قوموں پر جو عذاب آیا اے اہل مکہ تم اِسے جھٹلا نہیں سکتے۔ جب تم شام کی طرف سفر کرتے، اِن قوموں کے کھنڈر اپنے سامنے دیکھتے ہو، تو کیا تم انجام بد سے نہیں ڈرتے:

﴿اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑮﴾

’’کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ نہیں بلکہ یہ از سرِ نو پیدا کرنے میں شک میں (پڑے ہوئے) ہیں۔‘‘

یہاں اثبات آخرت کی ایک اور دلیل دی گئی ہے کہ جب ہم نے پہلی بار انسان کو پیدا کیا ہے تو اُس کا دوسری بار پیدا کرنا ہمارے لیے کون سا مشکل ہے۔ تم اپنے دوبارہ زندہ کیے جانے کو مشکل اور بعید از قیاس خیال کرتے ہو، لیکن ذرا سوچو، کیا پہلی بار پیدا کرنے کے بعد ہم تخلیق سے عاجز آ گئے ہیں۔ حالانکہ بالعموم پہلی بار کسی کام کا کرنا مشکل ہوتا ہے، دوسری مرتبہ تو آسان ہوتا ہے۔ ہمارے لیے جب پہلی مرتبہ پیدا کرنے میں کوئی مشکل نہ تھی تو دوبارہ زندہ کرنا کیونکر مشکل ہوگا۔

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ښ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ⑯﴾

’’اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو خیالات اس کے دل میں گزرتے ہیں، ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔‘‘

اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ وہ خالق و مالک ہے۔ لہٰذا وہ خوب جانتا ہے کہ انسان کے دل میں کیسے کیسے وسوسے آتے ہیں۔ وہ اِس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ نفس انسانی کس کس طریقے سے اپنے آپ کو الاؤنس دیتا ہے اور انکار حق کے لیے کیسے کیسے بہانے تراشتا ہے۔ اللہ تو انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

﴿اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ⑰ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ⑱﴾

’’جب (وہ کوئی کام کرتا ہے تو) دو لکھنے والے جو دائیں بائیں بیٹھتے ہیں لکھ لیتے ہیں۔ کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔‘‘

اللہ تو براہ راست جانتا ہے۔ وہ تمہاری تمام باطنی کیفیات اور احوال سے بھی آگاہ ہے۔ وہ تمہارے دل میں پیدا ہونے والے وسوسے کا بھی علم رکھتا ہے۔ پھر یہ کہ اُس نے تمہارے دائیں اور بائیں جانب دو کارکن فرشتے بٹھائے رکھے ہیں، جو تمہارے اعمال و افعال کا ریکارڈ تیار کر رہے ہیں۔ تمہاری زبان سے ایک لفظ بھی نکلتا ہے تو لکھنے والا اُسے لکھ لیتا ہے۔ یوں تمہارا نامہ اعمال تیار ہو رہا ہے جو روز حساب تمہیں پیش کر دیا جائے گا۔ یہ سارا انتظام کس لیے ہے؟ اِسی لیے تاکہ روز حساب تم سے حساب کتاب ہو، تمہاری نیکیوں کی بھرپور جزا دی جائے اور گناہوں اور غلط کاریوں پر تمہیں سزا ملے۔ [مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

اُن اسباب اور محرکات کا جائزہ لیا جانا اشد ضروری ہے، جن کی بنا پر تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کرنے والے بنگالی مسلمان قیام پاکستان کے محض ربع صدی بعد علیحدگی کی راہ پر چل پڑے

وطن عزیز کی بقا کا ناگزیر کا تقاضا

قیام پاکستان کے اصل مقصد کی طرف واپسی

محمد سمیع

23 مارچ ہی کی تاریخ تھی جب شیر بنگال مولوی فضل الحق مرحوم نے منٹو پارک لاہور میں، جواب اقبال پارک کہلاتا ہے قرارداد لاہور پیش کی تھی، جس میں ایک ایسی فیڈریشن کی بات کی گئی تھی جو independent states کے مجموعے پر مشتمل ہونی تھی۔ ہندوؤں نے قرارداد لاہور کو قرارداد پاکستان کا نام دے دیا۔ بعد ازاں اس میں states کی جگہ صوبوں کی ترمیم پیش کرنے والے بھی بنگال کے اس حصے کے مسلمان ہی تھے جو 14 اگست 1947ء کی وجود میں آنے والی مملکت خداداد پاکستان کا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ قرار پایا۔ لیکن قیام پاکستان کو ابھی ربع صدی کا عرصہ بھی نہ گزرا تھا کہ 23 مارچ 1971ء کو یوم جمہوریہ پاکستان کو بنگالی بھائیوں نے یوم مزاحمت قرار دے کر اس دن پاکستانی جھنڈوں کی بجائے اس وقت تک وجود میں نہ آنے والے بنگلہ دیش کا جھنڈا خود بھی گھر گھر لہرایا اور وہاں کے غیر بنگالیوں کو بھی ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ اور پھر 16 دسمبر 1971ء کو سقوط مشرقی پاکستان کے نتیجے میں بنگلہ دیش کی ریاست وجود میں آ گئی۔ انہوں نے اپنا یوم آزادی 25 مارچ کو قرار دیا۔ ہم پاکستانی 23 مارچ کو یوم جمہوریہ پاکستان مناتے ہیں اور ہندوؤں کی تنگ ذہنیت کی باتیں کرتے ہیں جو پاکستان کو وجود میں لانے کا سبب بنی۔ 25 مارچ کے دن ہمارے بنگلہ دیشی بھائی اپنا یوم آزادی مناتے ہیں اور اس دن پاکستان کی سول اور فوجی قیادت کے مظالم کو یاد کرتے ہیں جو ان کے خلاف فوجی ایکشن کے دوران ہوا۔ آخر یہ صورتحال کیوں پیدا ہوئی۔ اس پر ہمیں غور کرتے رہنا چاہئے کیوں کہ ہماری آبادی کا ایک بڑا طبقہ جس کے علاقے میں مسلم لیگ نے جنم لیا اور پاکستان کے حق میں جس نے سب سے زیادہ ووٹ دیا تھا، وہ ہم سے اتنی جلدی علیحدہ ہو گیا۔

جمہوری اصولوں کے تحت مملکت خداداد پاکستان کی 56 فیصد آبادی کو اسی تناسب سے اس کا حق ملنا چاہئے تھا۔ وہ ایسی قوم تھی جس نے پیریٹی کے اصول کو بھی تسلیم کر لیا اور ون یونٹ کو بھی، لیکن مارشل لاء کی آمد کے نتیجے میں ان کے احساس محرومی میں اضافہ ہوا۔ وہاں کے لیڈر خواجہ ناظم الدین کو پہلے گورنر سے وزیر اعظم بنایا گیا اور پھر ان کی حکومت کو برطرف کر دیا گیا۔ ان کے دوسرے لیڈر حسین شہید سہروردی کی موت جس پراسرار طریقے سے ہوئی وہ آج بھی ایک سوالیہ نشان ہے۔ مادر ملت کی سب سے زیادہ حمایت مشرقی پاکستان سے ملی لیکن ایوب خان کی فتح نے وہاں کے عوام کو مایوس کیا۔ جب 1970ء کے انتخابات میں عوامی لیگ نے اکثریت حاصل کی، پھر بھی اقتدار اس کے حوالے نہیں کیا گیا بلکہ ہمارے نام نہاد قائد عوام یہ فلسفہ پیش کرتے ہوئے کہ پنجاب ہمیشہ اقتدار کی دہلیز (threshod) رہا ہے' اقتدار کی منتقلی کی راہ میں سب سے بڑے مزاحم بن گئے۔ ان کے اس رویئے پر مستزاد مشرقی پاکستان میں فوجی ایکشن نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور بنگالی عوام کی نفرت اپنے عروج پر پہنچ گئی جو بالآخر بنگلہ دیش کے قیام پر منتج ہوئی۔

جس زمانے میں مشرقی پاکستان میں شورش اپنے عروج پر تھی، یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ یہ بابو (کلرک) قوم کسی ملک کا انتظام کیسے چلا سکتی ہے۔ مگر علیحدگی کے بعد انہوں نے بالفعل ملک چلا کر دکھایا اور ہم سے بہتر چلا کر دکھایا۔ انہوں نے ہمارے برعکس فوج کی سرکشی برداشت نہیں کی۔ جنرل ارشاد کو طویل عرصے تک قید کی سزا بھگتنی پڑی، لیکن ہم آج تک فوج کے طالع آزما کسی جنرل حتیٰ کہ جنرل پرویز مشرف کے خلاف بھی اب تک کچھ نہیں کر سکے۔ ہمارے ملک کی سیاست کا نصف عرصہ فوجی اقتدار میں گزرا۔ انہوں نے عدلیہ کو عزت و احترام کا مقام دیا۔ حال ہی میں بنگلہ دیش طرز کی حکومت کے قیام کی ہمارے ہاں باتیں ہوتی رہیں۔ عدلیہ کی آزادی کے بارے میں ہمارے ایک قومی رہنما کا ارشاد ہے کہ چیف آزاد ہو گیا لیکن جسٹس آزاد نہیں۔ اس قوم نے اپنے اس فرد کو پس مرگ اپنا سب سے بڑا قومی ایوارڈ دیا' جس نے ہمارے ہوائی جہاز کو اغوا کرنے کی کوشش کی اور جس کے نتیجے میں راشد منہاس شہید ہوئے۔ بنگلہ دیش والے مطیع الرحمٰن کی باقیات کو واپس اپنے ملک لے گئے لیکن ہم نے اپنے ان لاکھوں شہریوں کو محصورین کے کیمپوں میں جانور سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور کر رکھا ہے، جنہوں نے پاکستانی فوج کے دوش بدوش شورش کے دوران دفاع وطن کا فریضہ انجام دیا۔ ہماری معیشت جاں بلب نظر آتی ہے جبکہ وہاں یہ ترقی پذیر ہے۔ کاٹن ہم پیدا کرتے ہیں لیکن گارمنٹ انڈسٹری وہاں فروغ پا رہی ہے۔ ہمارے ہاں کی بدامنی کے نتیجے میں ہمارے سرمایہ کار بنگلہ دیش میں انوسٹمنٹ کر رہے ہیں۔

ان کے سیاسی شعور کا یہ عالم ہے کہ جس ہندو قوم نے انہیں آزادی دلوائی، آزادی کے صرف چند ہفتوں کے بعد وہاں کی دیواروں پر یہ نعرے درج نظر آئے ''انڈین کوکور پھرے جاؤ'' یعنی انڈین کتو واپس جاؤ۔ انہوں نے اپنے بنگو بندھو کا بھارت کی طرف جھکاؤ برداشت نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو ملک کا بانی تھا وہ اپنے خاندان کے تمام افراد کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ صرف ایک بیٹی حسینہ واجد اس لئے بچ گئی کہ وہ اس وقت بنگلہ دیش میں نہ تھی۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ؎

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

کے مصداق امریکہ کو ہی اپنا مائی باپ سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف اس قوم کو جس نے پاکستان کو دولخت کیا اور مزید لخت لخت کرنے کی کوششوں میں لگی ہوتی ہے، ہم نے سب سے پسندیدہ قوم قرار دے دیا ہے۔ کرپشن اور بیڈ گورننس وہاں بھی کسی نہ کسی درجے میں ہوگی، لیکن

وہاں کے کسی لیڈر پر عوامی سطح پر یہ الزام نہیں آیا کہ اس نے عوام کی دولت لوٹ کر بیرون ملک بینکوں میں جمع کر رکھی ہے۔

ان پر ہماری جانب سے یہ الزام تھا کہ وہ کیسے مسلمان ہیں جن کی زبان کی رسم الخط سنسکرت ہے اور جن کی ثقافت پر ہندوؤں کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ لیکن وہ ایسی مسلمان قوم ہے جہاں نہ دیوبندی بریلوی کی چپقلش ہے اور نہ شیعہ سنی تصادم کا کوئی داغ اس پر لگا ہے۔ انہوں نے صوبوں کا ٹنٹا ہی نہیں پالا۔ ہم نے صوبوں کی خودمختاری کو غصب کئے رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بلوچستان بنگلہ دیش کے راستے پر گامزن ہے۔ بلوچ قوم کی نوجوان قیادت آزادی سے کم کسی بات پر تیار نہیں۔ سندھو دیش کا نعرہ بہت پرانا ہے، جو دبا ہوا تھا اب اس نعرے کی گونج ایک بار پھر سنائی دی جانے لگی ہے۔ ہماری غلط پالیسیوں کے نتیجے میں نہ صرف اندرون ملک امن وامان درہم برہم ہوکر رہ گیا بلکہ پڑوسی ممالک بھارت اور افغانستان اس بارے میں گاہے بہ گاہے شکوہ کناں رہتے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ اب ہمارا دوست، جس کی دوستی کو ہم ہمالیہ پہاڑ سے اونچا قرار دیتے ہیں، اس بارے میں پریشان ہے۔ جس کا اظہار اس نے کچھ عرصے قبل سنکیانگ میں دراندازی کے حوالے سے کیا تھا۔ ہمارے اسلامی نظام کے کچھ علمبردار اپنے ملک میں تو اس کے نفاذ کے لئے کوششیں کم کرتے نظر آتے ہیں اور بیرونی ممالک میں اس کے لئے زیادہ عزائم کا اظہار کرتے ہیں۔

افسوس صد افسوس کہ علامہ اقبال کا خواب اب ایک دیوانے کا خواب بن کر رہ گیا ہے۔ علامہ اقبال نے ہندوستان کے شمال میں ایک اسلامی ریاست کے قیام کو (باقی صفحہ 3 پر)

پریس ریلیز

امریکہ مشرق وسطیٰ اور ایشیا میں بیٹھ کر پوری دنیا کو کنٹرول کرنا چاہتا ہے
باطل قوتوں کی مزاحمت صرف اسلام کے نظام سے کی جاسکتی ہے: ڈاکٹر مجاہد کامران

مغرب میں اسلاموفوبیا ایک انڈسٹری بن چکی ہے
مغربی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں تلوار کے ساتھ قلمی جہاد بھی کرنا ہوگا: ڈاکٹر منور اے انیس

ابلیسی قوتیں نبی کریم ﷺ اور قرآن حکیم کی شان میں گستاخیاں کر کے مسلمانوں کو کھلا چیلنج دے رہی ہیں
مسلمان اسلام کا عادلانہ نظام قائم کریں: حافظ عاکف سعید

اگر امریکہ نے ایران پر حملہ کیا تو تیسری عالمی جنگ چھڑ جائے گی۔ یہ بات پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر مجاہد کامران نے مرکزی انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام سالانہ خصوصی لیکچر میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ اسلاموفوبیا کا شاخسانہ ہے۔ اس وقت دنیا کے معاشی، سیاسی اور معاشرتی معاملات کو 250 خاندان کنٹرول کر رہے ہیں اور دنیا میں رونما ہونے والے سابقہ تمام انقلابات کو انہیں خاندانوں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ دنیا بھر کی حکومتیں انہی خاندانوں کی مقروض اور 95% میڈیا ان کی ملکیت ہے۔ ان کی قوت کا اصل انحصار سودی کاروبار پر ہے۔ انھوں نے کہا کہ امریکی نیو ورلڈ آرڈر درحقیقت ون ورلڈ گورنمنٹ کے قیام کا نام ہے۔ امریکہ مشرق وسطیٰ اور ایشیا میں بیٹھ کر پوری دنیا کو کنٹرول کرنا چاہتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ قوت و دولت کا واحد سرچشمہ علم ہے اور باطل قوتوں کی مزاحمت صرف اسلام کے نظام سے کی جاسکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام اور علم کے مفہوم کو درست سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہماری اولین ذمہ داری ہے۔ عالم اسلام کے مشہور دانشور اور محقق سکالر ڈاکٹر منور اے انیس (ڈائریکٹر سینٹر فار گلوبل ڈائیلاگ) نے کہا کہ مغرب میں اسلاموفوبیا ایک انڈسٹری بن چکی ہے۔ مغربی حکمران اپنے جرائم چھپانے اور مقامی سیاست چمکانے کے لیے اپنے عوام کو اسلاموفوبیا میں مبتلا کرتے ہیں۔ انٹرنیٹ کے اعداد وشمار کے مطابق گزشتہ دو برس میں اسلاموفوبیا میں 400 گنا اضافہ ہوا ہے۔ مغرب میں اسلام کے حوالہ سے خوف روز بروز بڑھ رہا ہے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کو اپنی تہذیب کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ وہاں شخصی آزادی ختم اور افراد پر کڑی نظر رکھی جارہی ہے۔ معاشرے میں قوت برداشت ختم ہورہی ہے اور انتظامیہ بغیر کسی قانون کے مسلمانوں کو گرفتار کرلیتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ مغرب میں قرآن جیسی بابرکت کتاب کی خرید وفروخت پر پابندی کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔ اس وقت وہاں ایک نہیں سینکڑوں سلمان رشدی پیدا ہوچکے ہیں۔ ان اقدامات کے ذریعے مغرب ہمیں مستقل ذہنی غلام بنانا چاہتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس مغرب میں مطالعہ اسلام کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں مغربی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لیے تلوار کے ساتھ قلمی جہاد بھی کرنا ہوگا۔

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ یہود ونصاریٰ اس وقت دنیا میں ابلیس کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ نائن الیون کے بعد یہود ونصاریٰ کا اصل اسلام دشمن چہرہ کھل کر سامنے آ گیا۔ ابلیسی قوتیں نبی کریم ﷺ اور قرآن حکیم کی شان میں گستاخیاں کرکے مسلمانوں کو کھلا چیلنج دے رہی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے باطل قوتوں کے فرنٹ لائن اتحادی بن کر دین اسلام کی توہین کی ہے۔ دین کے لیے ہمارا طرزِ عمل ملک میں نفاذِ اسلام میں رکاوٹ کا باعث ہے۔ ہمیں نہتے طالبان کی دنیاوی سپر پاور امریکہ کے خلاف جدوجہد سے سبق سیکھنا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں جلد از جلد ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کا نفاذ کردینا چاہیے تاکہ ہماری دنیا ہی نہیں آخرت بھی سنور جائے۔ (پریس ریلیز: 25 مارچ 2012ء)

سیاسی اور عسکری قیادت نیٹو سپلائی کی بحالی کے لئے شرائط عائد کرنے کی بجائے
اِس نام نہاد جنگ سے کلیتًا علیحدگی کا اعلان کرے: حافظ عاکف سعید

نیٹو سپلائی کی بحالی کے لئے سودے بازی انتہائی ضرر رساں ثابت ہوگی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے مطالبہ کیا کہ ہماری سیاسی اور عسکری قیادت نیٹو سپلائی کی بحالی کے لئے شرائط عائد کرنے کی بجائے اِس نام نہاد جنگ سے کلیتًا علیحدگی کا اعلان کرے۔ اُنہوں نے کہا کہ مسلمان بھائیوں کے قتل وغارت میں کفار کا کسی نوعیت کا ساتھ دینا چاہے وہ بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ کسی صورت میں جائز نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اب تو مفتیانِ کرام کی طرف سے بھی یہ فتویٰ جاری ہو چکا ہے کہ افغان جنگ میں امریکہ کا ساتھ دینا حرام مطلق ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اِس خطے میں امریکہ کی موجودگی سے پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات کو خطرہ لاحق رہے گا۔ کیونکہ امریکہ طالبان افغانستان کے ہاتھوں شکست کھا کر اس جنگ کو پاکستان منتقل کرنا چاہتا ہے۔ اسی غرض سے بلوچستان اور کراچی میں حالات کو خراب کیا جارہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم اس جنگ کی امریکہ سے جتنی بھی قیمت وصول کریں گے وہ ہمارے گلے کا پھندا ثابت ہوگی۔ (پریس ریلیز: 30 مارچ 2012ء)

آئندہ انتخابات اور اسٹیبلشمنٹ کے عزائم

محمد نذیر یٰسین

آج کل اسٹیبلشمنٹ (Establishment) کا لفظ میڈیا میں بکثرت استعمال ہونے سے زبان زدخاص وعام ہوتا چلا جارہا ہے۔ اگرچہ ''اسٹیبلشمنٹ'' کا لغوی مطلب انتظامیہ ہے، تاہم اصطلاحی طور پر یہ لفظ اُن نادیدہ وغیر مرئی قوتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جو برسراقتدار انتظامیہ (Executive) کی پالیسیوں و فیصلوں پر اثر انداز ہوتی رہتی ہیں۔ اسٹیبلشمنٹ کسی باقاعدہ ومتحدہ اکائی، باڈی یا ادارے کا نام نہیں ہے بلکہ اس سے مراد، طاقتور حاضر سروس وریٹائرڈ ملٹری وسول بیوروکریٹس، سیاستدانوں وسرمایہ داروں کا وہ طبقہ ہے جو پس پردہ رہ کر نہ صرف برسراقتدار حکومت کو ڈکٹیٹ کرتا رہتا ہے بلکہ اسے اقتدار میں لانے اور ہٹانے میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اسٹیبلشمنٹ کے لوگ اکثر اوقات آپس میں تقسیم واختلاف کا شکار بھی رہتے ہیں۔ اس کی حالیہ دو مثالیں، پارلیمنٹ میں ناموس رسالت ﷺ کے قانون میں ترمیم کے بل کا پیش کیا جانا اور حکومت پاکستان کی طرف سے بھارت کو تجارت کے لیے پسندیدہ ترین ملک قرار دینا، بطور نمونہ پیش کی جاسکتی ہیں۔ بلا شبہ یہ دونوں مذموم کارنامے، اسٹیبلشمنٹ کے کچھ مخصوص عناصر کی طرف سے سرانجام دیئے گئے، مگر اسٹیبلشمنٹ کے ہی کچھ دیگر لوگ ان کے خلاف متحرک ہوگئے۔ اب غالب امکان یہی ہے کہ ناموس رسالت کے قانون کی طرح بھارت کو پسندیدہ ملک قرار دینے کا فیصلہ بھی عملی طور پر نافذ نہیں ہوسکے گا۔ تاریخ میں ایسی کئی اور مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں جب اسٹیبلشمنٹ کے مابین تقسیم بالکل واضح تھی، تاہم چونکہ اسٹیبلشمنٹ کے مجموعی عناصر میں سے طاقتور وغالب ترین عنصر ملٹری اسٹیبلشمنٹ ہی ہے، لہٰذا اسی کے فیصلے زیادہ تر عملی شکل اختیار کرتے ہیں اور مجرد اسٹیبلشمنٹ سے بھی بالعموم ملٹری اسٹیبلشمنٹ ہی مراد لی جاتی ہے۔ مذکورہ بالا دونوں واقعات کے حوالے سے ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہ دونوں اسٹیبلشمنٹ کی اپنی سوچی سمجھی کارستانیاں تھیں، تاکہ نہ صرف سیاسی حکومت پر دباؤ ڈالا جاسکے بلکہ اسٹیبلشمنٹ کے لئے کارآمد اُن مذہبی گروہوں کو دوبارہ تقویت فراہم کی جاسکے جو گزشتہ کچھ عرصہ سے کسی قدر کمزوری کا شکار ہوچکے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب

اگر ہم آئندہ انتخابات کے حوالے سے اسٹیبلشمنٹ کے کردار اور عزائم پر بات کرنا چاہیں تو اس کے تاریخی کردار وعمومی رویے کو مدنظر رکھنا ضروری ہوگا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسٹیبلشمنٹ کے لوگ نہ صرف خود کو مکمل کار مختار بلکہ ملکی آئین وقانون سے بالاتر بھی سمجھتے ہیں، جس کا واضح ثبوت آج تک کسی ڈکٹیٹر کو سزا نہ ملنا بلکہ مکمل سرکاری اعزاز کے ساتھ رخصت ہونا ہے۔ خوئے آمریت کی پروردہ اس اسٹیبلشمنٹ نے آج تک کسی سول حکمران کو اس قدر مضبوط نہیں ہونے دیا کہ وہ اس پر اپنا آزادانہ حکم چلا سکے اور اگر کسی نے ایسی جراُت کی بھی، تو اسے نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔ اس بنیادی حقیقت کو مدنظر رکھیں تو ن لیگ کا یہ واویلا بظاہر لایعنی دکھائی دیتا ہے کہ تحریک انصاف کے حالیہ ابھار میں اسٹیبلشمنٹ کا ہاتھ کار فرما ہے۔ سبھی جانتے ہیں کہ عمران خان ایک آمرانہ مزاج کے حامل شخص ہیں جن کا زمام اقتدار سنبھالنا خود اسٹیبلشمنٹ کے لئے خاصی پریشانی کا باعث بنے گا، تو پھر اسٹیبلشمنٹ جانتے بوجھتے یہ دردسر کیونکر مول لے سکتی ہے؟ لیکن اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ تحریک انصاف کے عروج میں اسٹیبلشمنٹ کا سرے سے کوئی کردار ہے ہی نہیں۔ ایسے بے شمار لوگوں کی اس جماعت میں دھڑا دھڑ شمولیت، جن کی وفاداریاں ماضی میں اسٹیبلشمنٹ کے ساتھ رہی ہیں، اس بات کا بین اظہار ہے کہ عمران خان کے بڑھتے ہوئے سونامی کو (بالواسطہ یا بلاواسطہ) اسٹیبلشمنٹ کی قوت ہی آگے دھکیل رہی ہے۔ تو پھر اسٹیبلشمنٹ کے اصل ارادے اور مقاصد کیا ہوسکتے ہیں؟

اس حوالے سے ن لیگ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ تحریک انصاف کی حمایت کے ذریعے اسٹیبلشمنٹ، ن لیگ کا ووٹ بینک تقسیم کرنا چاہ رہی ہے، تاکہ اسے آئندہ انتخابات میں اکثریت حاصل نہ ہوسکے۔ اس دعوے میں وزن اس وجہ سے ہے کہ اسٹیبلشمنٹ کے وہ لوگ جنہوں نے پرویز مشرف کا ساتھ دیا تھا، یقیناً فی الحال ن لیگ کو قصر اقتدار سے دور رکھنا ہی پسند کریں گے، تاکہ انہیں منتقم مزاج، میاں نواز شریف کے ہاتھوں کسی انتقامی واحتسابی کارروائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اسٹیبلشمنٹ کا دوسرا بڑا مقصد ملک کی دو بڑی سیاسی جماعتوں، پیپلز پارٹی اور ن لیگ دونوں کو کمزور کرکے ایک تیسری مؤثر سیاسی قوت سامنے لانا ہے، تاکہ آئندہ انتخابات میں کوئی بھی جماعت واضح اکثریت حاصل نہ کرسکے۔ 2002ء اور 2008ء کے انتخابات پر نظر ڈالیں تو ہمیں سیاسی افق پر نوے کی دہائی کے ''دو پارٹی سسٹم'' کی جگہ ''ملٹی پارٹی سسٹم'' کا غلبہ نظر آتا ہے جس کے نتیجہ میں اسٹیبلشمنٹ کے لوگ بہت مزے میں رہے۔ اگرچہ ق لیگ کا دور حکومت، اسٹیبلشمنٹ کے لئے بھرپور فوائد سمیٹنے اور من مانیاں کرنے کا دور تھا، تاہم موجودہ سیاسی حکومت کی طرف سے بھی اسے کسی خاص مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہے۔ اس نے نہ صرف اپنے مفادات کا تحفظ یقینی بنائے رکھا بلکہ اسے کسی قسم کے احتساب کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑا۔ پرویز مشرف کی عاقبت نااندیشانہ پالیسیوں کے ذمہ داروں کا تعین ایک قومی ضرورت تھی، بالخصوص امریکا کا اتحادی بننے کے فیصلے، لاپتہ افراد کا مسئلہ، سانحہ لال مسجد، اکبر بگٹی کا قتل، ججوں کی معزولی، این آر او کا اجراء وغیرہ جیسے قومی جرائم کے مرتکب لوگوں کو سزا ملنا بہت ضروری تھا مگر بیساکھیوں اور ڈیل کے ذریعے قائم ہونے والی حکومت ان امور کو چھیڑنا چاہتی تھی اور نہ ہی چھیڑ سکتی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ اپنے مفادات کے تحفظ اور احتساب سے بچاؤ کے لئے ملٹی پارٹی سسٹم اور ایک معلق (Hung) پارلیمنٹ کا قیام ہی اسٹیبلشمنٹ کے بہترین مفاد میں ہے۔ اس پس منظر میں عمران خان کا کلین سویپ کا دعویٰ مضحکہ خیز ہی لگتا ہے، کیونکہ اسٹیبلشمنٹ ایسا

ہونے ہی نہیں دے گی۔ اگر بالفرض تحریک انصاف سب سے زیادہ نشستیں جیتنے والی جماعت بن بھی گئی تو اس بات کا قوی خدشہ موجود ہے کہ اس میں تازہ تازہ بھرتی ہونے والی لوٹوں کی کھیپ، اسٹیبلشمنٹ کی ایماء پر اپنی اصلیت کی طرف لوٹ جائے اور اس کی اکثریت کو اقلیت میں بدل ڈالے، جیسا کہ 2002ء میں پیپلز پارٹی کے ساتھ ہو چکا ہے۔ درحقیقت اسٹیبلشمنٹ کو ق لیگ کے انتشار اور عوامی حمایت سے محرومی کے بعد ایک ''نئے تازہ دم گھوڑے'' کی ضرورت ہے، تاکہ مستقبل میں حکومت کی تشکیل اس کی اپنی امنگوں اور آرزوؤں کے عین مطابق ہو سکے۔ عمران خان اور اسٹیبلشمنٹ دونوں کے مزاج اور ماضی کو مدنظر رکھیں تو مستقبل میں ان دونوں کا آپس میں اختلاف اور ٹکراؤ یقینی ہے۔

تمام بڑی سیاسی جماعتوں میں اس وقت توڑ پھوڑ کا جو عمل اِس وقت جاری و ساری ہے، اِس کا نتیجہ 2002ء کے انتخابی نتائج سے مشابہ ظاہر ہونے کا امکان ہے اور اسٹیبلشمنٹ کا اصل مطمح نظر بھی یہی دکھائی دیتا ہے۔ اگر ایم ایم اے بحال ہوگئی تو لبرل جماعتوں کا ووٹ بینک تقسیم ہو جانے کی وجہ سے اسے ایک بار پھر خاطر خواہ تعداد میں نشستیں مل جانے کا قوی امکان ہے۔ اس تناظر میں فی الحال کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اسٹیبلشمنٹ کے ہاتھوں میں ''کھلونا'' کون بننے والا ہے؟ تحریک انصاف یا متحدہ مجلس عمل؟ مگر یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ عمران خان پرویز مشرف کے ریفرنڈم کی حمایت کا ''تمغہ'' اپنے سینے پر سجا چکے ہیں تو مجلس عمل بھی مشرف کی سترھویں ترمیم پاس کروانے کی ''سعادت'' حاصل کر چکی ہے۔ اسٹیبلشمنٹ اس بار بھی مجلس عمل والوں کو صوبہ خیبر پختون خوا کی حکومت پر قناعت کا مشورہ دے گی مگر اب کی بار مولانا فضل الرحمٰن کو وزارت عظمیٰ سے کم پر راضی کرنا شاید ممکن نہ ہو۔ مولانا صاحب ایک جہاں دیدہ، زیرک اور گھاگ سیاستدان ہیں اور انہیں خوب اندازہ ہو چکا ہوگا کہ اسٹیبلشمنٹ کو اُن کی جتنی ضرورت مستقبل قریب میں پیش آنے والی ہے، اس سے زیادہ شاید کبھی نہ رہی ہو۔ مجلس عمل کی بحالی کے لئے جے یو آئی کی حد درجہ بے قراری اور جماعت اسلامی (جو مجلس عمل کی بحالی کے لئے مختلف شرائط پیش کر رہی ہے) پر طعن و تشنیع کی بارش کو بلاوجہ تو قرار نہیں دیا جا سکتا۔

سبھی جانتے ہیں کہ افغانستان میں امریکا کو شکست ہو چکی ہے اور وہ وہاں سے جلد ہی اپنا بوریا بستر لپیٹنے والا ہے۔ امریکا کی شکست کا بنیادی سبب، القاعدہ و طالبان مجاہدین کی کامیاب مزاحمت ہی قرار پائے گی اور یہ بات بھی سبھی جانتے ہیں کہ القاعدہ کا ایجنڈا قومی یا وطنی نہیں بلکہ عالمی ہے۔ اس عالمی ایجنڈے کا اہم ترین ہدف اُمت مسلمہ کو عالمی استعمار کے پنجے سے آزاد کروانا اور خلافت اسلامیہ کا احیاء ہے۔ عالمی سپر پاور کو شکست دینے کے بعد فتح سے سرشار، القاعدہ و طالبان مجاہدین کا نفاذ اسلام کے لیے پاکستان کی طرف متوجہ ہو جانا ایک یقینی امر ہے۔ پاکستانی ریاست پر غلبہ پانے کے لئے یہاں موجود اُس نظام مملکت کا خاتمہ ازبس ضروری ہے، جس کی بنیاد 1973ء کے آئین پر رکھی گئی ہے۔ اس آئین کی تیاری میں یہاں کی دینی قوتوں نے بھی ایک اہم کردار ادا کیا تھا اور سیاسی عمل میں شریک تمام دینی جماعتیں اس آئین کے اسلامی ہونے پر مصر ہیں اور مولانا فضل الرحمٰن کو تو اس آئین کا سب سے بڑا وکیل قرار دیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف صورتحال یہ ہے کہ القاعدہ کے اہم ترین رہنماء ڈاکٹر ایمن الظواہری اپنی تصنیف ''السحر و القندیل'' (جس کا اردو ترجمہ ''سپیدۂ سحر اور ٹمٹماتا چراغ'' کے نام سے کیا گیا ہے) کے ذریعے اس آئین کو مکمل غیر اسلامی قرار دے کر، گویا اس کی جڑوں پر تیشہ رکھ چکے ہیں۔ القاعدہ کے اس ہدف کو ایک طرف تو پاکستان کے ریاستی ادارے آپس میں ٹکراؤ کی کیفیت پیدا کر کے خود ہی آسان بنا رہے ہیں اور دوسری طرف پاکستان میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو موجودہ دستور کو اسلامی ماننے کو تیار نہیں ہیں یا پھر اس کے متعلق شدید قسم کے تحفظات رکھتے ہیں۔ بہت سے لبرل دانشور اور سیاستدان بھی مروجہ آئینی نظام کی خرابیوں کا اعتراف کرتے رہتے ہیں جبکہ عوام کی اکثریت بھی موجودہ جمہوری نظام سے بے زار و لاتعلق ہو چکی ہے جس کا اظہار وہ انتخابات کے موقع پر ووٹ نہ ڈال کر کرتی رہتی ہے۔ المختصر ہر پاکستانی خواہ اُس کا تعلق کسی بھی شعبۂ زندگی سے ہو، موجودہ نظام حکومت سے غیر مطمئن ہے۔ حد تو یہ ہے کہ عوامی سطح پر پاکستان کی سب سے محترم شخصیت، ڈاکٹر عبدالقدیر خان بھی موجودہ آئینی نظام سے مایوس ہو چکے ہیں، جس کا اظہار وہ روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے اپنے ہفتہ وار کالم ''سحر ہونے تک'' میں بارہا کر چکے ہیں۔ اُن کی ایماء پر ایک صحافی علی مسعود سید نے ''پاکستان عوامی انقلاب'' کے نام سے انقلابی تحریک کا آغاز بھی کر دیا تھا۔ حال ہی میں ڈاکٹر طاہر القادری بھی موجودہ نظام کو ظالمانہ قرار دے کر اس کے خلاف تحریک کا اعلان کر چکے ہیں۔ اگرچہ وہ انقلاب اور انتخابات کے حوالہ سے کئی بار اپنا موقف تبدیل کر چکے ہیں۔

اسٹیبلشمنٹ کے سنجیدہ باخبر حلقے اس تمام پیش رفت سے غافل نہیں ہیں اور عمران خان کی تحریک انصاف کی پشت پناہی کی ایک اور اہم وجہ اس ''انقلابی ہوا'' کا رُخ موڑنا بھی ہے۔ چونکہ یہ انقلابی ہوا لبرل اور مذہبی دونوں طبقات کی طرف سے بیک وقت چل رہی ہے، لہٰذا اسے دو متضاد سمتوں یعنی تحریک انصاف اور مجلس عمل کی طرف موڑ کر موجودہ نظام کی حفاظت کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ چونکہ مذہبی طبقات کی طرف سے آنے والا انقلابی دباؤ ہی زیادہ زوردار و فیصلہ کن ہو سکتا ہے، لہٰذا اس کے علاج کے لئے اسٹیبلشمنٹ نے علاج بالضد اور علاج بالمثل دونوں کے آپشنز اپنے پاس سنبھال رکھے ہیں۔ چونکہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے اور ہماری اسٹیبلشمنٹ بھی علاج بالمثل میں خاصی مہارت رکھتی ہے، لہٰذا زیادہ امکان یہی ہے کہ دین پسند انقلابیوں کا راستہ روکنے کے لئے پہلے دینی لوگوں کو ہی موقع فراہم کیا جائے گا۔ ایک بار اقتدار کے سنگھاسن پر بیٹھنے کے بعد اگر یہ دینی لوگ مطلوبہ کارکردگی دکھانے میں ناکام بھی ہو گئے تو اسٹیبلشمنٹ بہرحال ناکام نہیں رہے گی۔ اُسے ایک بار پھر دینی قوتوں کو باہم تقسیم کرنے اور ان کی باہمی رنجشوں و اختلافات کو فزوں تر کرنے کا موقع میسر آ جائے گا، جیسا کہ ہم تاریخ میں بارہا اس کا نظارہ کر چکے ہیں۔ دینی عناصر کے باہمی خلفشار و ٹکراؤ سے دین و مذہب کا جو تماشا بنے گا، اس کا بھرپور فائدہ، سیکولر و لبرل عناصر اٹھا سکتے ہیں اور ریاست و مذہب کی مکمل جدائی کے اپنے دیرینہ خواب کی تکمیل میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

ہم ایک بار پھر خبردار کئے دیتے ہیں کہ انتخابی سیاست مصلحت کا راستہ ہے اور مصلحت کا کوئی بھی راستہ دینی قوتوں کے اتحاد و اتفاق کا نہیں بلکہ تقسیم و انتشار کا ذریعہ بنتا ہے۔ اُمت کے اتحاد، احیائے خلافت اور اقامت و غلبہء دین کا راستہ وہی ہے جسے اُن لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے جو مروجہ طاغوتی و غیر اسلامی نظام کا حصہ نہیں بلکہ نبویؐ منہاج پر اس کے خلاف مصروف جدوجہد ہیں۔

23 مارچ ــــ یوم پاکستان یا یوم جمہوریہ؟

خلافت فورم میں ایک فکر انگیز مذاکرہ

شرکاء: ڈاکٹر مغیث الدین شیخ، ایوب بیگ مرزا   میزبان: وسیم احمد

سوال: ڈاکٹر صاحب! تحریک پاکستان کے پیچھے نظریہ پاکستان یعنی دو قومی نظریہ کارفرما تھا۔ پچھلے کچھ عرصہ سے ہمارے بعض نام نہاد دانشور دو قومی نظریہ کے حوالے سے شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مختصراً یہ بتائیے کہ دو قومی نظریہ تھا کیا؟

ڈاکٹر مغیث الدین شیخ: شکریہ جناب! نظریہ برتنے کی چیز کو کہتے ہیں اور ہمارے ہاں بعض دانشور اس نظریے کو Catric والی آنکھ سے لوگوں کو دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حقیقی تصور کیا تھا۔ اسی کو میڈیا پرموٹ کر کے ہماری نئی نسل کو کنفیوز کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ دوسرا ظلم یہ ہوا کہ جس باشعور نسل نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس نے اس نظریے اور فکر کے عملی پہلوؤں کو اپنی اگلی نسل میں منتقل نہیں کیا۔ تحریک پاکستان کے وقت جمہوریت کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ جمہوریت کے نام پر اس وقت کے لوگ اپنی بنیان دینے کو بھی تیار نہیں تھے۔ بس ایک نظریہ تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ! جس کی وجہ سے لوگ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ملک ہونا چاہیے۔ پھر یہ کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ رہ کر یہ سبق حاصل کیا کہ انگریزوں کے جانے کے بعد ہم بحیثیت قوم ہندوؤں کے قیدی بن جائیں گے۔ اپنی نسل کو بچانے کے لیے ایک علیحدہ قوم کا تشخص قائم رکھنا ضروری ہے، تاکہ ہم اپنی اخلاقی اور سماجی اقدار کا تحفظ کر سکیں۔ لہٰذا یہ کہا گیا کہ مسلمان اور ہندو دو علیحدہ علیحدہ قومیں ہیں، اور اس کی بنیاد پر ہمیں ایک علیحدہ ملک چاہیے۔ مولانا ظفر احمد انصاری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مسلمانوں میں اس فکر کو تقویت دینے کے لیے مولانا مودودی سے کتاب ''مسئلہ قومیت'' لکھوائی گئی۔ مسلم لیگ کے لوگوں نے پمفلٹ کی صورت میں اسے چھپوا کر فکری غذا کے طور پر لوگوں میں تقسیم کیا، تاکہ لوگوں میں علیحدہ وطن کی ضرورت کا احساس پیدا ہو۔ پھر قائداعظم نے بھی یہ محسوس کیا کہ وہ کانگریس میں رہ کر مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتے، لہٰذا کہا گیا کہ ہندو اور مسلمان دو علیحدہ قومیں ہیں اور ان کو علیحدہ وطن کی ضرورت ہے، تاکہ دونوں بآسانی اپنے نظام اور کلچر کی حفاظت کر سکیں۔

ایوب بیگ مرزا: ڈاکٹر صاحب نے انتہائی مدلل انداز میں جواب دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قائداعظم کے ان الفاظ کو بھی ضرور یاد رکھنا چاہیے جو انھوں نے 27 نومبر 1945ء میں پشاور ایڈورڈ کالج کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہے تھے کہ ہندوؤں سے ہمارا مذہب بالکل الگ ہے اور صرف مذہب ہی نہیں، بلکہ ہمارا کلچر، رسومات بھی مختلف ہیں۔ ہم ہر لحاظ سے ہندوؤں سے الگ ہیں۔ اسلام ہمیں ایک مکمل ضابطہ حیات دیتا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ایک ایسا خطۂ زمین حاصل کریں جس میں ہم اس ضابطہ حیات کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔ یہاں بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قائداعظم کی نظر میں نظریۂ پاکستان کیا تھا۔ آج کل یہ شوشہ چھوڑا جا رہا ہے کہ نظریہ پاکستان کی اصطلاح بعد میں استعمال کی گئی۔ یحییٰ خان کے دور کے وزیر اطلاعات نواب زادہ شیر علی خان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے یہ اصطلاح استعمال کی تھی۔ حالانکہ ہمیں اصطلاحات اور اُن کی ٹائمنگ کی بجائے اس نظریے پر غور کرنا چاہیے جس کا ذکر بانیان پاکستان تحریک پاکستان کے دوران مسلمانانِ برصغیر کے سامنے کرتے رہے تھے۔

> **23 مارچ کا دن پہلے یوم جمہوریہ کے طور پر منایا جاتا تھا۔ ایوب خان نے اسے مصلحت کے تحت یوم پاکستان قرار دیا**

سوال: کیبنٹ مشن پلان کیا تھا؟ آج کل یہ کہا جا رہا ہے کہ قیام پاکستان سے قبل کیبنٹ مشن پلان کی سفارشات قبول کر کے قائداعظم نے پاکستان کے مطالبے سے دستبرداری کا اعلان کر دیا تھا۔ اس بارے میں حقیقت کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: کیبنٹ مشن پلان کی حقیقت یہ ہے کہ جب پاکستان کی تحریک چل رہی تھی تو مختلف مواقع پر مختلف تجاویز سامنے آ رہی تھیں۔ ایک تجویز کے مطابق برطانوی وزراء کا ایک کیبنٹ مشن بنایا گیا، جس نے مسلم لیگ اور کانگریس دونوں سے تجاویز حاصل کیں۔ پھر ان تجاویز کو سامنے رکھتے ہوئے اس مشن نے حتمی تجاویز تیار کیں۔ ان تجاویز میں یہ تجویز شامل تھی کہ ہندوستان کو تین یونٹوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک یونٹ مغربی پاکستان (موجودہ پاکستان) دوسرا آسام اور سلہٹ اور تیسرا بقیہ ہندوستان پر مشتمل ہوگا۔ ان تین یونٹوں کا ایک وفاق ہوگا۔ 10 سال بعد ہر یونٹ کو آزادی ہوگی کہ وہ چاہے تو مرکز سے الگ ہو جائے۔ ان دس سالوں تک انھیں مکمل صوبائی خودمختاری حاصل ہوگی۔ البتہ دفاع، کرنسی اور خارجہ پالیسی کے معاملات کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگی۔ آپ جانتے ہیں کہ جب قائداعظم نے اس مشن کی سفارشات کو قبول کیا تو بہت سے مسلمانوں نے اعتراضات بھی کیے لیکن بات یہ تھی کہ اس وقت قائداعظم یہ محسوس کر رہے تھے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد انگریز ہندوستان پر قابض نہیں رہنا چاہتے اور جلد از جلد ہندوستان سے نکل جانا چاہتے ہیں۔ اگر ہم نے اپنے مؤقف پر زیادہ سختی دکھائی تو انگریز تنگ آ کر مکمل اقتدار ہندوؤں کے حوالے کر کے یہاں سے نکل جائے گا۔ اس کے نتیجے میں خونریز ہندو مسلم فسادات ہونے کا شدید خطرہ ہے۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے قائداعظم نے کیبنٹ مشن کی سفارشات کو تسلیم کیا۔ لیکن پنڈت نہرو نے جب یہ کہا کہ دس سال بعد دیکھا جائے گا کہ کون کس کو آزاد کرے گا تو اس پر قائداعظم پیچھے ہٹ گئے، اور کہا کہ ان کی نیت میں خرابی ہے۔ لہٰذا ہم اسی آزاد اور خودمختار پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں اور اسی کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔

سوال: ہمارے بعض نام نہاد سیاستدان اور دانشور قائداعظم کے بارے میں یہ پراپیگنڈا کرتے نظر آتے ہیں کہ قائداعظم برطانوی سامراج کے ایجنٹ تھے۔ آپ یہ بتائیں کہ ان کے خیالات میں کسی حد تک کوئی حقیقت ہے یا یہ محض الزام ہے؟ اور کیا قیام پاکستان کے وقت قائداعظم کو تخت برطانیہ کی کوئی سپورٹ حاصل تھی یا تحریک پاکستان بالکل آزاد تحریک تھی، جس کی قائداعظم نے بھرپور انداز میں قیادت کرتے ہوئے مسلمانانِ برصغیر کو متحد کیا اور سیاسی جدوجہد کے نتیجے میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا؟

ڈاکٹر مغیث الدین شیخ: یہ بہت بڑا ظلم اور افسوس کی بات ہے کہ قائداعظم کو برطانوی سامراج کا ایجنٹ قرار دیا جا رہا ہے۔ قیامِ پاکستان سے پہلے جو طبقات مسلمانوں کی بہود کے حوالے سے ایمانداری سے سوچ رہے تھے، ان میں ایک نقطۂ نظر یہ تھا کہ ہم متحدہ ہندوستان کے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کر سکتے ہیں۔ ایک نقطۂ نظر یہ تھا کہ پاکستان کے نام سے ایک علیحدہ ریاست وجود میں آنی چاہیے، اور ایک کیبنٹ مشن والا ملا جلا نقطۂ نظر تھا۔ کچھ لوگ مذہب کے حوالے سے علمی اور فکری نقطۂ نظر رکھتے تھے لیکن ان کا کوئی رول نہیں تھا۔ اس وقت ان کی تعداد ایک تحریک کی صورت میں نہیں تھی بلکہ ایک تنظیم کی صورت میں تھی۔ میرا تاثر یہ ہے کہ کانگریسی علماء نے قائداعظم کے بارے میں اس طرح کی بات کہنا شروع کی کہ ہندوستان کی تقسیم برطانوی فارمولا ہے اور انہوں نے اس تقسیم کو جذباتی مسئلہ بنانے کی کوشش کی اور اسے بٹوارے کا نام دیا۔ حالانکہ یہ بٹوارہ نہیں یہ تو ہماری سیاسی جدوجہد کا نتیجہ ہے جس کا ہم نے مطالبہ کیا تھا۔ ہمیں اس وقت ایک ایسی لیڈر شپ کی ضرورت تھی جو دانشمندانہ حکمت عملی ترتیب دیتی۔ قائداعظم ایک بااصول وکیل تھے۔ ان کا ایک لائف سٹائل تھا۔ وہ جمالیاتی ذوق بھی رکھتے تھے۔ ان کی تقریروں کی تعداد گن لیں کہ کتنی تقاریر میں انھوں نے اسلام اور نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ ہمیں کس طرح کا ملک چاہیے۔ شریف مجاہد صاحب جو قائداعظم کے حوالے سے سند مانے جاتے ہیں، ان کی ایک کتاب زیرِ طباعت ہے جس میں قائداعظم کی تقاریر جمع کی ہیں۔ انھوں نے قائداعظم کی ہی نہیں ذوالفقار علی بھٹو کی

> **یورپ سے واپسی پر علامہ اقبال کے ذہنی انقلاب نے پاکستان کی بنیاد رکھی**

بھی ساڑھے چار سو تقاریر اکٹھی کی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قائداعظم اگر یہ کہتے تھے کہ ہم اس ملک کو اسلام کی تجربہ گاہ بنائیں گے تو بھٹو کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہم اس ملک کو اسلام کا قلعہ بنائیں گے۔ صرف میڈیا پر یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ قائداعظم سیکولر تھے۔ ان کی وضع قطع مسلمانوں والی نہیں تھی۔ بے شک اُن کی وضع قطع مسلمانوں والی نہیں تھی، مگر انھوں نے مسلمان علماء سے راہنمائی کی درخواست کی۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے ملک بنالیا، اب اس کو اسلامی ملک بنانا ہے۔ راہنمائی کے لیے وہ علماء کو بلاتے اور تبادلہ خیال کرتے تھے۔ خود مولانا مودودی سے انھوں نے درخواست کر کے ریڈیو پر تقاریر کروائیں۔ اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ قائداعظم نوزائیدہ

> **1937ء کے انتخابات میں کامیابی ملنے پر ہندوؤں نے مسلمانوں سے ناروا سلوک کیا**
>
> **علامہ اقبال، قائداعظم اور علماء کرام پر مشتمل ٹرائی اینگل کی مشترکہ جدوجہد سے پاکستان معرضِ وجود میں آیا**

ریاست پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے حوالہ سے مخلص تھے۔

سوال: یہ بتائیے کہ جو نام نہاد دانشور قائداعظم کے بارے میں ایسے غلط خیالات رکھتے ہیں ہمارا میڈیا ان کو کیوں پروموٹ کر رہا ہے؟

ڈاکٹر مغیث الدین شیخ: بدقسمتی سے الیکٹرانک میڈیا کے رائے ساز لوگوں کی اکثریت سیکولر فکر کی حامی ہے۔ یہ لوگ نہ صرف سیکولر فکر کے حامی ہیں بلکہ بہت جارحانہ بھی ہیں اور وہ انتہائی جرأت سے ایسے کام کرتے ہیں۔ جب بھی ایسے پروگرام ہوتے ہیں، اُن ایک غیر متوازن پینل ترتیب دیا جاتا ہے اور دوسری فکر کے حامل ایسے لوگوں کو بلایا جاتا ہے جن کے دلائل میں اتنا وزن نہیں ہوتا اور ایک طرف سے ہیوی ویٹ بلایا جاتا ہے۔ اس کے بعد فیصلہ ناظرین پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ پوری دنیا میں ہو رہا ہے۔ یہ ایک تکنیک ہے جو رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے اپنائی جاتی ہے۔ ایسی بحثیں ٹی وی چینلز پر آج کل کروائی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک چینل پر یہ بحث ہو رہی ہوتی ہے کہ کیا پاکستان کا نظریہ اسلامی تھا؟ عنوان ہی متنازعہ بنا دیا جاتا ہے۔ پھر ایسے ماہرین بلائے جاتے ہیں جو فکری لحاظ سے تو بڑے مضبوط ہوتے ہیں، لیکن وہ Communicate نہیں کر سکتے۔ ان کے سامنے ایسے سامعین بٹھا دیئے جاتے ہیں جو تالیاں پیٹنے کے لیے تیار ہوتے ہیں، خواہ ان کی دلیل اچھی ہے یا نہیں ہے لیکن انھیں تالیاں پٹوانے کا فن آتا ہے اور اس کے بعد وہاں جو ووٹنگ ہوتی ہے اس میں بھی دو نمبری ہوتی ہے، کیونکہ ہر چیز ان کے اپنے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اس طرح بحثیں کروا کر ایک پولورائزیشن ملک کے اندر پیدا کی جا رہی ہے۔ آج کل یہ کام وہ چینل کر رہے ہیں جن کو انٹرنیشنل این جی اوز کے ذریعے فنڈنگ کی جاتی ہے۔

سوال: 23مارچ 1940ء کی قرارداد میں ''پاکستان'' کا لفظ نہیں تھا۔ اس کے بجائے Muslim States کے الفاظ تھے۔ پھر اس قراردادِ کو قرارداد پاکستان کیوں کہا جاتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: 23مارچ 1940ء کو پاس ہونے والی قرارداد کا اصل نام قراردادِ لاہور تھا۔ یہ اقبال پارک (منٹو پارک) لاہور میں منظور ہوئی تھی، اور اِسے شیر بنگال مولوی فضل حق نے پیش کیا۔ میرے خیال میں اس وقت مسلم لیگ کے سامنے ابھی اتنا واضح تصور نہیں تھا کہ ہم نے اس طرح ایک ملک حاصل کرنا ہے۔ مسلمانوں کے سامنے اصل مقصد یہ تھا کہ ہم نے انگریزوں سے اس انداز سے آزادی حاصل کرنی ہے کہ ہندو ہمارے نئے آقا بن کر سامنے نہ آسکیں۔ اس لیے مسلم اسٹیٹس کے الفاظ استعمال کئے گئے یعنی جن علاقوں میں مسلمان زیادہ ہیں وہاں مسلمانوں کی حکومتیں بنائی جائیں۔ جب یہ قرارداد پیش ہوئی تو ہندو پریس نے اسے طنزاً ''قراردادِ پاکستان'' کا نام دیا اور قائداعظم نے حکمتِ عملی کے تحت فوراً اس کو قبول کر لیا۔ اس طرح قراردادِ لاہور قراردادِ پاکستان بن گئی۔

ڈاکٹر مغیث الدین شیخ: میں دو برس قبل ڈھاکہ یونیورسٹی بنگلہ دیش میں وزیٹنگ پروفیسر تھا۔ وہاں مجھ سے ایک کلاس میں سوال کیا گیا کہ بنگلہ دیش بننے کے بعد تو دوقومی نظریہ ختم ہو گیا؟ اس پر بہت تالیاں بجیں کیونکہ وہاں ہندو طلبہ اور اساتذہ بھی تھے۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں! یہ بنگلہ دیش بھی دوقومی نظریہ کے عین مطابق ہے، کیونکہ قرارداد لاہور میں ''مسلم سٹیٹس'' کے الفاظ استعمال کیے گئے تھے اور مسلم اسٹیٹ کی بات یہیں سے اُٹھائی گئی تھی۔ ہم نے اس میں ایک S مٹا کر ایک وطن بنایا تھا اور اب دوبارہ دو ریاستیں معرضِ وجود میں آ گئی ہیں۔ لہٰذا ہمارے اولین نظریے کی تصدیق ہو گئی ہے۔ میں اس بات کو مثبت انداز میں دیکھتا ہوں کہ پہلے جنرل اسمبلی میں ہمارا ایک ووٹ تھا، اب دو ووٹ ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: میں اس حوالے سے مزید عرض کر دوں کہ 1971ء جب پاکستان دولخت ہوا اور بنگلہ دیش بنا تو اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ ''ہم نے نظریہ پاکستان کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے۔'' آپ جانتے ہیں کہ چند ماہ پہلے بنگلہ دیش کے آئین کو اسلامی قرار دے دیا گیا ہے۔ اس پر سابق انڈین کمانڈر انچیف مانک شاہ نے کہا کہ ہمیں کہا گیا تھا کہ اگر ہم نے مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے الگ نہ کیا تو یہ ایک تاریخی غلطی ہوگی، میں اب اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہم نے مشرقی پاکستان کو الگ کر کے تاریخی غلطی

کی ہے، کیونکہ موجودہ پاکستان میں لسانی فسادات، مذہبی فرقہ واریت اور صوبائی تعصب کے جھگڑے موجود ہیں لیکن ہم نے اپنے مشرق میں ایک ایسی مسلمان ریاست بنا ڈالی ہے جہاں اس طرح کے جھگڑے نہیں ہیں۔ تو میں یہی عرض کروں گا کہ اللہ شر سے خیر برآمد کرتا ہے۔

سوال: 1937ء کے انتخابات میں مسلم لیگ بری طرح ناکام ہوئی تھی۔ مگر 1946ء کے انتخابات میں وہ تمام مسلم نشستیں جیت گئی۔ آپ یہ بتائیں کہ یہ انقلاب کیسے اور کیونکر آیا؟

ڈاکٹر مغیث الدین شیخ: میرا تاثر یہ ہے کہ 1937ء کے زمانے میں مسلم لیگ اپنی formation کے دور سے گزر رہی تھی۔ دوسرے یہ کہ مسلمان بحیثیت مجموعی ذہنی طور پر یکسو نہیں تھے۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ اس وقت کانگریس زبردست سیاسی قوت کی تھی جبکہ مسلم لیگ اس کے مقابلے میں کوئی زیادہ منظم جماعت نہیں تھی۔ لوگوں کو اس وقت تک یہ یقین نہیں تھا کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے یا نہیں۔ بزرگ ہمیں بتاتے ہیں کہ پاکستان کے قیام سے ایک ڈیڑھ سال پہلے تک بھی لوگوں کا کاملاً یقین نہیں تھا کہ تحریک پاکستان تکمیل پاکستان میں تبدیل ہو جائے گی۔ 1937ء میں لوگ یہ بھی سمجھ رہے تھے کہ شاید کانگریس کے جھنڈے تلے ہی ہماری نجات ہو۔ چنانچہ اس طرح گڈمڈ صورتِ حال میں انتخابات ہوئے اور مسلم لیگ کو شکست ہوئی۔ 1946ء میں مسلمانانِ برصغیر کے اذہان یکسو ہو چکے تھے اور لوگ فیصلہ کر چکے تھے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ کھل کر مسلم لیگ کا ساتھ دینا چاہیے، لہٰذا 1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کامیاب ہوئی۔

ایوب بیگ مرزا: یہ بات بھی نوٹ فرمائیں جب 1937ء کے انتخابات میں مسلم لیگ ناکام ہوئی تو اس وقت ہندوستان میں گیارہ صوبے تھے اور ان صوبوں میں کانگریس حکومت بنانے میں کامیاب ہوئی تھی۔ انگریز نے اسے داخلی خودمختاری دی تو کانگریس نے مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک روا رکھا، جس کے نتیجے میں مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ انھوں نے داخلی خودمختاری ملنے پر ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو یہ مکمل طور پر خودمختار ہونے پر ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ اس چیز نے مسلمانوں کے ذہن کو بدل دیا۔

سوال: 23 مارچ کے دن کو باقاعدہ یوم پاکستان کے طور پر منانا کب سے شروع کیا گیا؟

ایوب بیگ مرزا: وزیراعظم چودھری محمد علی کے دور میں 1956ء کو جب پہلا آئین اسمبلی میں منظور ہوا تو اس دن کو پاکستان کا یوم جمہوریہ قرار دیا گیا۔ 56ء میں یہ منظور ہوا 57ء اور 58ء میں ہم نے اس دن کو یوم جمہوریہ کے طور پر منایا۔ اکتوبر 1958ء میں ایوب خان کی فوجی حکومت آ گئی تو 23 مارچ 1959ء کو فوجی حکومت کے لیے یہ مسئلہ بن گیا کہ فوجی دورِ حکومت میں 23 مارچ کو یوم جمہوریہ کے طور پر کیسے منائے! لہٰذا حکومت کے ''قابل مشیروں'' نے اس کا رُخ بدل دیا اور اسے 23 مارچ 1940ء کے ساتھ جوڑ دیا اور اسے ''یوم پاکستان'' کہا جانے لگا۔ یہ بات میں نے کئی forums پر عرض کی ہے کہ یہ اصل میں یوم جمہوریہ تھا، جسے ہمارے فوجی ڈکٹیٹر نے یوم پاکستان کے نام سے ایک مصلحت کے تحت بدل دیا تھا۔ اور بعد میں کسی نے سوچا تک نہیں اور آج تک یہ یوم پاکستان کے نام سے منایا جا رہا ہے۔ یہ اس کی تاریخ ہے جو کسی لطیفے سے کم نہیں۔ ہماری سول اور فوجی حکومتیں اس طرح کے معاملات میں عوام کو بیوقوف بناتی رہتی ہیں۔

> انڈین کمانڈر انچیف مانک شاہ نے کہا
> کہ ہم نے مشرقی پاکستان کو
> علیحدہ کر کے تاریخی غلطی کی ہے

سوال: علامہ اقبال قیام پاکستان سے 9 سال پہلے رحلت فرما گئے تھے۔ علامہ اقبال کا قیام پاکستان میں کیا کردار تھا؟

ڈاکٹر مغیث الدین شیخ: میں سمجھتا ہوں کہ تحریک پاکستان کے چند مورچے تھے۔ ایک مورچہ قائداعظم کے ہاتھ میں تھا یعنی پاکستان کا مقدمہ لڑنا، اس کے لیے حکمت و دانائی کے ساتھ انگریزوں کے ساتھ ڈیل کرنا۔ یہ تمام چیزیں عملی لحاظ سے قائداعظم کے پاس تھیں۔ لیکن علامہ اقبال نے اس جدوجہد کے لیے فکر عطا کی اور تحریک پاکستان میں سیاسی خدمات سرانجام دیں۔ ان کے خطبات، قائداعظم کے ساتھ خط و کتابت بھی ایک محاذ تھا۔ اقبال کا تحریک پاکستان میں تیسرا حصہ اسلام کی فکری غذا اور علماء کو اس طرف لانا تھا۔ یعنی ایک طرف فکری راہنمائی کے لیے علماء تھے۔ دوسری طرف سیاسی قیادت مسلمانوں کا مقدمہ لڑ رہی تھی، اور تیسری طرف علامہ اقبال نے اپنے کلام کے ذریعے قوم کو نظریاتی فکر اور خیالات دیئے اور ان کے اندر بیداری کی لہر پیدا کی۔ یہ ایک تکون تھی جن کی مشترکہ جدوجہد سے پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

ایوب بیگ مرزا: علامہ اقبال یورپ جانے سے پہلے اور تھے لیکن واپسی پر اُن کے خیالات و نظریات میں بہت تبدیلی آ چکی تھی۔ وہ غالباً 30 سال کی عمر میں یورپ گئے اس وقت ان کا کہنا تھا ع ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا'' جب واپس تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ ۔

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

گویا واپسی پر ان کے فکر میں انقلاب آ چکا تھا۔ یہ علامہ اقبال کا ذہنی انقلاب تھا، جس نے پاکستان کی بنیاد رکھی۔ جب قائداعظم یہاں سے مایوس ہو کر لندن چلے گئے تو یہ علامہ اقبال ہی تھے جو ان کو منا کر واپس لائے ہیں۔ 1930ء کے الٰہ آباد کے خطبے میں علامہ اقبال یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک اسلامی ریاست کا قیام تقدیر مبرم ہے۔ اسی لیے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد علامہ اقبال کو مصور پاکستان کے ساتھ ساتھ ''مبشر پاکستان'' (یعنی پاکستان کی خوشخبری سنانے والا) کہا کرتے تھے۔ قائداعظم نے مسلمانوں کی آزادی کے لیے جو جدوجہد کی، اس میں اسلام کا انجکشن علامہ اقبال نے لگایا۔ معروف معنوں میں پریکٹسنگ مسلمان تو جس طرح قائداعظم نہیں تھے، ویسے ہی علامہ اقبال بھی نہیں تھے، لیکن ان کے اندر اسلامی ریاست کے حوالے سے ولولہ اور ویژن بہت زیادہ تھا۔ (قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے اور

Youtube.com/khilfatforum

پر دیکھی جا سکتی ہے۔ مرتب: وسیم احمد

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ سکھر کے اُسرہ پھلجی کے مبتدی رفیق سرفراز احمد کافی عرصہ سے بیمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں صحت کاملہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

- معتمد حلقہ پنجاب پوٹھوہار، گوجر خان، محمد زمان کے چچا انتقال کر گئے
- نقیب اسرہ گوجر خان مسعود احمد کی والدہ محترمہ تقدیر الٰہی سے انتقال کر گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

شرم یا فخر؟

تورا کینہ قاضی

اس وقت میرا دل چاہ رہا ہے کہ پھٹے زمین اور میں اس میں سما جاؤں۔ میرے سامنے انگریزی اخبار کے صفحہ اوّل پر ایک دخترِ پاک کی رنگین تصویر کسی بھارتی اداکارہ جیسا نیم عریاں مگر انتہائی قیمتی لباس اور بیش بہا زیورات پہنے دوپٹہ چادر سے بے نیاز ہاتھوں میں ایک مردانہ گنجا ننگا اور بے ہودہ سا دھاتی مجسمہ تھامے مسکرا رہی ہے۔ یہ مسکراہٹ مجھے اپنا مذاق اڑاتی اور دل جلاتی محسوس ہو رہی ہے۔

یہ وہ ''دخترِ پاک'' ہے جس نے اپنے ملک میں ہونے والے ایک ایسے جرم کی جس کا انتہائی محدود پیمانے پر ارتکاب کیا جاتا تھا، اور جس سے دنیا تقریباً لاعلم ہی تھی، پردہ پوشی کرنے اور اپنے ملک کی عزت رکھنے کی بجائے نہ صرف فلم بنا کر دنیا بھر میں مشتہر کیا بلکہ ملک کی بدنامی اور رسوائی میں بھی قابلِ قدر اضافہ کیا۔

اپنے ملک کو دنیا بھر میں بدنام کرنے کی روایت کوئی نئی نہیں ہے۔ یہ کام ہمارے شعراء ادباء سیاست دان اور کھلاڑی عرصہ دراز سے کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اپنے ازلی دشمن بھارت جا کر اپنے ملک کے خلاف زہر اگلنا وہاں سے اپنے ملک کے خلاف کتابیں چھپوانا تو عام سی بات ہے۔ اگرچہ کسی عورت پر تیزاب ڈالنا ایک انتہائی گھناؤنا جرم ہے اور اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے اور مجرم کو قرار واقعی سزا ملنی چاہیے، لیکن یہ جرم اور عورت کے دوسرے انتہائی المناک مظالم بھارت میں خواتین سے روا رکھے جاتے ہیں اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ ابھی تک بہت سے علاقوں میں ستی کی رسم پورے زور وشور کے ساتھ ادا کی جاتی ہے لیکن مغربی میڈیا اور ہمارا سیکولر طبقہ اس پر پردہ ڈالتے ہیں جب کہ بیرونِ ملک اپنے وطن کی بدنامی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ ان کے جرائم یا قصور معمولی نوعیت کے ہی ہوتے ہیں جن کی عالمگیر پیمانے پر تشہیر نہیں ہوتی۔ لیکن اس دخترِ پاک نے تو کمال کر دکھایا۔ عورتوں کے چہروں پر تیزاب پھینکے جانے کے واقعات کی ایک مسالہ دار دستاویزی فلم تیار کی اور اسے لے جا کر اہلِ مغرب کو دکھایا۔ یہود و نصاریٰ کو تو ایسا موقع خدا ہاتھ دے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ابھی یہ فلم مغرب پہنچی؟ ابھی دنیا بھر میں جا پھیلی۔ ایسی واہ واہ ہوئی کہ دخترِ پاک فوراً ہی آسکر ایوارڈ کی مستحق قرار پا گئی! قوم کا سر ''فخر'' سے ''بلند'' ہو گیا۔ ملک بھر میں جشن منایا گیا۔ جسے دیکھو خوش، جسے دیکھو متفخر و نازاں، واقعی اس دخترِ پاک نے اپنے اور ہمارے گھرانوں کا ہی نہیں بلکہ تمام پاکستانی معاشرے کا خوب نقشہ کھینچا ہے کہ ہمارے ہاں یہی کچھ ہوتا ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر عورتوں کے چہرے تیزاب سے جھلسا دیئے جاتے ہیں۔ یہاں کوئی نیکی' بھلائی' اچھائی' کا کام سرے سے ہوتا ہی نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو وہ اس قابل کہاں کہ انہیں فخر سے اہلِ مغرب کے سامنے پیش کیا جائے۔ شاباش ہے اس دخترِ پاک کو کہ اس نے اپنے ملک میں صرف برائیاں ہی دیکھیں اور ان کی اپنی فلموں کے ذریعے عالمگیر پیمانے پر تشہیر کی۔ اس فلم ''سیونگ فیس'' سے پہلے یہ دخترِ پاک ''پاکستان چلڈرن آف طالبان'' ''پاکستانیز اوپن'' سیکرٹ جیسی فلمیں بنا کر انہیں اہلِ مغرب کے سامنے پیش کر کے قوم کا سر فخر سے بلند کرتی رہی ہے۔

ہم مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ کسی کی برائیوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو۔ کسی کے بھید مت ٹٹولا کرو۔ سب کی کمزوریاں برائیاں' خامیاں ڈھانپے رکھا کرو۔ کسی کی پردہ دری نہ کیا کرو۔ ہماری نظروں کے سامنے اگر کوئی برائی ہے تو بغیر اس کا ادھر ادھر ڈھنڈورا پیٹے اس کی بیخ کنی کی جا سکتی ہے۔ اس طرح بہت سے لوگوں کا پردہ بھی رہ سکتا ہے اور عزت بھی اور دوسروں کو امن و چین نصیب ہو سکتا ہے۔ کسی بدی یا برائی کی تشہیر کرنا بقول مولانا مودودیؒ تو ایسا ہے جیسے گندگی کے ڈھیر سے گندگی اٹھا اٹھا کر اِدھر اُدھر پھیلانا۔ تو ہمارے ملک میں عورتوں کے چہروں پر تیزاب پھینکنے کے اکا دکا واقعات جن کی متعلقہ علاقوں میں بھی ایسی تشہیر نہیں تھی چہ جائے کہ ملک بھر میں، کیا ایسی کثرت اور ایسی ہی شدت سے اور ملک کے کونے کونے میں ہر جگہ پیش آ رہے تھے جو اس دخترِ پاک نے ان کی یوں عالمگیر پیمانے پر تشہیر ضروری سمجھی؟ کیا ان محترمہ میں اتنی عقل نہیں تھی کہ یہ سوچتیں کہ اس طرح ان کے ملک کی کتنی بدنامی اور رسوائی ہوگی؟ دنیا بھر میں پاکستان کا کیا امیج بنے گا؟ یہی کہ وہاں تقریباً ہر گھر میں معمولی معمولی سی باتوں پر عورتوں کے چہروں کو تیزاب سے جھلسا دیا جاتا ہے؟ پاکستانی معاشرہ ایسا ہی گھناؤنا اور ظالم ہے' مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں، اسلام کی یہی تعلیمات ہیں؟ اپنی دوسری فلموں میں بھی اس دخترِ پاک نے اپنے ملک کی خوب خوب پردہ دری، کردار کشی کر رکھی ہے۔ اس طرح کہ گویا یہ محترمہ پاکستان کی نہیں بلکہ اس کے کسی دشمن ملک کی باشندہ ہیں۔

یہ بات باعث اطمینان ہے کہ چند ایک ترقی پسند اور سیکولر ذہن کے مالک اخبارات اور قلم کاروں اور مغرب کی پروردہ این جی اوز کے سوا کسی نے اس دخترِ پاک کے اس ''کارنامے'' اور ''اعزاز'' پر اظہارِ فخر نہیں کیا۔ نہ دو حرف لکھنے کی زحمت گوارا کی یعنی قومی و دینی غیرت وحمیت ابھی پوری طرح مردہ نہیں پڑ گئی۔ افسوس تو اپنی حکومتوں پر ہوتا ہے جو شروع سے لے کر اب تک ایسے لوگوں کو اس کی کھلی چھوٹ دیتی چلی آ رہی ہیں کہ بیرونِ ملک پاکستان کی رسوائی اور بدنامی میں اضافہ کرتے رہیں۔ دنیا کے کسی ملک میں ایسا نہیں ہوتا۔ ہر ملک اپنی عزت و وقار کا خاص خیال رکھتا ہے۔ اور اپنے باشندوں پر کڑی نظر رکھتا ہے، صرف ہمارا ملک ہی وہ واحد ملک ہے جہاں ہر کسی کو باہر جا کر اس کے خلاف پراپیگنڈا کرنے کی کھلی اجازت ہے، اسے عملاً نقصان پہنچانے اور اس کے خلاف سازشیں کرنے کی بھی۔ موجودہ حکومت کا یہی ڈھیلا پن اور فراخ دلی ہے جو اس دخترِ پاک نے یہ ''شاندار'' کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس دخترِ پاک کا آسکر ایوارڈ جیتنا اہلِ وطن کے لئے فخر کا نہیں، بلکہ شرم کا مقام ہے۔ ایسے کارنامے شیطان کو تو خوش کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کو نہیں جو ستار العیوب ہے اور اپنے بندوں کو بھی اپنی اس صفت کے اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اور بدی برائی و گناہ کی بلا تشہیر و نمائش بیخ کنی کا بھی۔

اونٹ کے گلے میں بندھی گھنٹی

عرفان صدیقی

معاملہ وہیں کا وہیں ہے۔ قومی سلامتی کی پارلیمانی کمیٹی کی تازہ ترین رپورٹ اور چالیس سفارشات کے باوجود نہ عوام کو کچھ خبر ہے کہ ہم کس پیچاک میں الجھے ہوئے ہیں اور نہ پارلیمنٹ کے ارکان ہی جانتے ہیں کہ افغانستان کے خلاف امریکی کروسیڈ سے پاکستان کا رشتہ وتعلق کیا ہے۔ یہ بے ننگ ونام جنگ جس طرح دس گیارہ برس قبل پراسراریت کی سیاہ چادر میں لپٹی ہوئی تھی اسی طرح آج بھی ایک عجیب الخلقت عفریت کی طرح ہمارا لہو پی رہی ہے اور پارلیمنٹ سمیت سب اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ اونٹ کسی ایسی بستی کی طرف جانکلا جہاں کے کسی باسی نے آج تک اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ اس کے گلے میں بندھی گھنٹی بج رہی تھی اور عجیب بات یہ ہے کہ اس دورافتادہ بستی کے لوگ گھنٹی سے بھی واقف نہ تھے۔ ایک معصوم بچی اپنی دادی کا ہاتھ پکڑے جا رہی تھی۔ بولی...... ''دادی یہ کیا چیز ہے اور اس کے گلے میں کیا بندھا ہے؟'' دادی کا علم بھی پوتی جتنا ہی تھا، کہنے لگی: یہ ایسا ہی ہے اور ایسے کے گلوں میں یہی کچھ ہوتا ہے۔''

نائن الیون کے بعد پہلے ایک بدمست اونٹ جس کا کینہ ضرب المثل ہے اور جسے ''شتر کینہ'' کا نام دیا جاتا ہے، ہمارے پڑوس میں آبیٹھا ہے۔ ہر اونٹ کی طرح اس کی بھی کوئی کل سیدھی نہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ کب کس کروٹ بیٹھے گا۔ اور ہم گیارہ برس سے گھنٹی کی طرح اس کے گلے میں بندھے ٹن ٹن کئے جا رہے ہیں۔ گیارہ سالوں میں جوان ہوجانے والے بچے ہم سے پوچھتے ہیں۔ ''یہ کیا ہے'' اور اس کے گلے میں کیا لٹک رہا ہے؟'' تو ہم اندھے پن کو چھوتی بے خبری چھپانے کے لئے کہہ دیتے ہیں، ''بیٹا بس یہ ایسے ہی ہے اور ایسوں کے گلے میں یہی کچھ ہوتا ہے۔''

گیارہ برس بعد ایک اعلیٰ سطحی پارلیمانی کمیٹی، اس بے چہرہ جنگ کے حوالے سے نیٹو افواج اور امریکہ کے ساتھ تعلقات کا ایک نیا گوشوارہ مرتب کرچکی ہے۔ چالیس سفارشات پر مبنی یہ دستاویزِ دانش اب پارلیمنٹ کے روبرو ہے۔ اس تازہ فشار خون کا سبب یہ ہے کہ 26/ نومبر 2011ء کو پاک افغان بارڈر کے قریب، سلالہ چیک پوسٹ پر امریکی حملے کے باعث چوبیس پاکستانی فوجی شہید ہوگئے تھے۔ پاکستان کی طرف سے شدید رد عمل سامنے آیا اور نیٹو فوج کے لئے سامان رسد لے جانے والی سپلائی لائن بند کردی گئی۔ اس بات کو اب چار ماہ ہو رہے ہیں۔ دھوپ چھاؤں کا کھیل جاری ہے اور تمام معاملات بدستور گہری سرمئی دھند میں لپٹے ہوئے ہیں۔

چالیس سفارشات میں مطالبے بھی ہیں، تقاضے بھی، خواہشات بھی اور ساون کی گیلی لکڑی کی طرح سلگتی، انا کی مری مری سی آنچ بھی۔ کہا گیا ہے کہ امریکہ معافی مانگے، ڈرون حملے بند کئے جائیں، بیرونی ایجنسیوں کے بے مہار پن کو روکا جائے، سلالہ حملے میں ملوث فوجیوں پر مقدمہ چلایا جائے، فضائی حدود اور اڈوں کے استعمال کے لئے پارلیمنٹ کی منظوری لازم ہو، ہر نوع کے معاہدوں کو تحریری شکل دی جائے، نیٹو سپلائی پر ٹیکس لگایا جائے، آدھی نقل وحمل ریلوے کے ذریعے ہو، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سفارشات اب اسی پارلیمنٹ کے سامنے ہیں جو قبل ازیں دوبار ''وار آن ٹیرر'' کے اسرار و رموز کا مطالعہ کرچکی ہے، جو اتفاق رائے سے قراردادیں منظور کرچکی ہے، جو نہایت ٹھوس اور متعین سفارشات کی ایک لمبی فہرست پیش کرچکی ہے اور جو حکومت کو حکم دے چکی ہے کہ ڈرون حملے بند کرائے جائیں۔

یہ پارلیمنٹ، ان تازہ سفارشات پر کیا ردعمل دکھاتی ہے، اس کا انحصار حکومتی رویے پر ہے۔ پارلیمانی کمیٹی نے تین راستے تجویز کئے ہیں۔ پہلا یہ کہ تمام سفارشات مان لی جائیں۔ دوسرا یہ کہ مناسب ترامیم کے ساتھ ان کی منظوری دے دی جائے۔ تیسرا یہ کہ سفارشات مکمل طور پر رد کردی جائیں۔ مسلم لیگ (ن) پیر کو پارلیمنٹ میں اپنا باضابطہ ردعمل دے گی۔ مولانا فضل الرحمٰن کی جماعت، آفتاب شیر پاؤ اور بعض دیگر ارکان بھی شاید ان سفارشات کو جوں کا توں تسلیم کرلینے پر تامل کا اظہار کریں۔ مسلم لیگ (ق) اور ایم کیو ایم اس ڈکٹیٹر کی ساتھی رہی ہیں جو پاکستان کو سات برس تک اس جنگ کی بھٹی میں جھونکتا رہا۔ اگر مشرف کی قیادت میں اپنی آزادی وخودمختاری شہنشاہ عالم پناہ کے قدموں میں ڈھیر کرتے ہوئے ان کی پاکستانیت نے جوش نہیں مارا تو اصولاً جناب آصف زرداری کی سربراہی میں بھی انہیں پرانی یا قدرے تبدیل شدہ شرائط پر اس کروسیڈ سے ممکنہ تعاون پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ باچا خان کا پوتا اور ولی خان کا فرزند بھی زمانہ شناسی کے رموز پا کر خاصا حقیقت آشنا ہوچکا ہے۔ سو امکان غالب یہی ہے کہ عالی مرتبت پارلیمان تھوڑی بہت تراش خراش کے ساتھ یہ سفارشات منظور کرلے گی۔ اور وہ جو خارجہ پالیسی اور بالخصوص امریکہ سے تعلق وتعاون کے حقیقی حکمت کار ہیں، یقیناً پہلے ہی اپنی گردن توثیق میں ہلا چکے ہوں گے۔

مشرف تو ''سب سے پہلے پاکستان'' کی چھتری تلے اپنی ہوس اقتدار کا پیٹ بھرتا رہا لیکن چار سال گزر جانے کے باوجود حکومت اور پارلیمنٹ نے اس سوال پر غور نہیں کیا کہ ''کیا افغانستان کے خلاف جنگ میں پاکستان کو بدستور امریکہ کا اتحادی بنا رہنا چاہئے یا نہیں'' قومی سلامتی کمیٹی نے اپنی تازہ دستاویزِ حکمت میں بھی اس بنیادی سوال کو نظرانداز کردیا۔ اس کی تمام تر سفارشات، پاکستان کی حرمت نہیں، بہتر قیمت کے تصور پر استوار ہیں۔ کمیٹی نے ارکان پارلیمنٹ کو یہ بھی نہیں بتایا کہ یہ پرائی جنگ ہمیں کس بھاؤ پڑ رہی ہے۔ 2011-12 کے اکنامک سروے آف پاکستان میں سرکاری طور پر بتایا گیا تھا (اور یہ کوئی نو ماہ پہلے کی بات ہے) کہ اس جنگ میں پاکستان کو 67.925 ارب ڈالر (لگ بھگ 6000 ارب روپے) کا نقصان اٹھانا پڑا۔

پاکستان کی وزارت خزانہ کے مرتب کردہ اس سروے کے الفاظ تھے۔

Pakistan became more insecure in effort to make the world a safer place to live-

''دنیا کو زندگی کی محفوظ پناہ گاہ بنانے کی کوشش میں پاکستان پہلے سے زیادہ غیر محفوظ ہوگیا ہے۔'' اس بے سروپا اور بے ننگ ونام جنگ کے ثمرات میرا موضوع نہیں۔ اس سوال کا جواب چاہئے کہ سب کچھ لٹا کر بھی ہم ہوش میں کیوں نہیں آ رہے؟ گیارہ برس بعد بھی سارے حقائق عوام اور پارلیمنٹ کے سامنے کیوں نہیں لا رہے؟ خود فریبی کے سراب سے خلاصی کیوں نہیں پا رہے؟ جب نیٹو سپلائی بند کئے جانے پر بغلیں بجاتے ہمارے بازو شل ہونے لگے تو امریکی سفیر کیمرون منٹر نے شریر بچے کی طرح پھلجھڑی چھوڑی کہ نیٹو افواج کو پاکستان کے فضائی راستوں سے سپلائی مسلسل جاری ہے۔ ایک دن کے لیے بھی بند نہیں ہوئی۔ اب کس سے پوچھیں کہ اگر سڑک کے ذریعے سپلائی پاکستانی حمیت کے منافی ہے تو پاکستان کی فضاؤں میں پرواز کرتے، پاکستانی اڈوں سے اڑتے جہازوں کے ذریعے یہ سپلائی ہماری خودی کے عین مطابق کیسے ہوگئی؟ اور ہاں! میں ایک رپورٹ پڑھ رہا تھا کہ نیٹو سپلائی کے لئے استعمال ہونے والی پاکستان کی 4046 کلو میٹر لمبی سڑکیں، بھاری ٹرکوں کے باعث 122.95 ارب روپے کا نقصان اٹھا چکی ہیں۔

ہم ایک بھنور میں ہیں۔ ایک گرداب میں جہاں نہ گردوپیش کی کچھ خبر ہوتی ہے نہ اپنی سمت کا اندازہ۔ قراردادوں اور سفارشات کے تماشائے خود فریبی میں ہم اس سوال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہیں دیکھ رہے جو کروڑوں پاکستانیوں کے دل و دماغ میں گیارہ برس سے پیوست ہے۔ ایک شتر بے مہار کے گلے میں بندھی گھنٹی کی طرح ٹنٹنانا ہمارا مقدر ہو چکا ہے اور عزت مآب رضا ربانی قوم کو یہ بتانے سے شرما رہے ہیں کہ ''اے اہل وطن...... بس یہ ایسے ہی ہے اور ایسوں کی گردن میں ایسا ہی کچھ ہوتا ہے۔''

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

تبصرۂ کتب

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

نام کتاب: جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے سوسال

(2010-1910ء)

مصنف: انجینئر مختار حسین فاروقی

ضخامت: 160 صفحات قیمت: 300 روپے

ملنے کا پتہ: قرآن اکیڈمی' لالہ زار کالونی نمبر۲' ٹوبہ روڈ جھنگ صدر۔ 047-7628361-7628561

انجینئر مختار حسین فاروقی ایک مستعد اور خود شناس شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو صلاحیتیں دے رکھی ہیں وہ ان سے بخوبی واقف ہیں اور ان سے بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ قوموں کی تاریخ پر ان کی گہری نگاہ ہے۔ وہ باشعور اور حقیقت پسند تجزیہ نگار ہیں۔ ان کی تحریروں میں غلبۂ اسلام کی جدوجہد پر زور دیا جاتا ہے۔ اس مقصد کا شعور عام کرنے کے لیے ان کی ادارت میں جھنگ سے ماہنامہ ''حکمت بالغہ'' پابندیٔ وقت کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں انہوں نے 1910ء سے 2010ء کے سوسالوں کے حالات کا تجزیہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس عرصہ میں اُمت مسلمہ پر کیا گزری اور خاص طور پر برصغیر کے مسلمانوں کو کون سے حالات درپیش رہے اور ان سالوں میں مشاہیر اسلام نے کیا جدوجہد کی۔ برطانیہ کے مقبوضہ مسلم علاقے ایک ایک کر کے آزاد ہوتے رہے اور اگست 1947ء میں پاکستان ایک آزاد مسلم ریاست کے طور پر دُنیا کے نقشے پر ابھرا۔ قیامِ پاکستان کے پس منظر میں جو تحریک اُٹھی اس میں شاعر مشرق علامہ اقبال کے کردار کی حیثیت نمایاں ہے' جنہوں نے اپنے مؤثر مقالات اور روح پرور اشعار کے ذریعے برصغیر کے مسلمانوں کو آزادی کی قدر و قیمت سے آگاہ کیا، جس کے نتیجے میں آزادی کی تحریک نے ایسا زور پکڑا کہ مسلمان ہندوؤں اور انگریزوں کی غلامی سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے اور اغیار کی شدید مخالفت کے باوجود قیام پاکستان کا معجزہ وقوع پذیر ہوگیا۔ پھر ایک تلخ حقیقت سامنے آئی کہ پاکستان کو مخلص قیادت نہ ملی جس سے قیام پاکستان کا مقصد شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔

مصنف نے اس بات کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کو صحیح طور پر اس بات کی فکر رہی ہے کہ مسلمان اگر طاقت پکڑ گئے تو یہ ہمارے لیے سب سے بڑا خطرہ ہوں گے' چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو دبانے کے لیے انسانیت سوز انداز اختیار کیے۔ پہلے روس افغانستان کے مسلمانوں پر چڑھ دوڑا مگر افغانی مسلمانوں نے اس کو ناک چنے چبوادیے۔ وہ افغانستان کو فتح کیا کرتا اس کے اپنے حصے بخرے ہوگئے اور وہ اپنی سپر پاور کی حیثیت کھو بیٹھا۔ اب امریکہ کو افغانستان میں اسلامی نظام حکومت سے اس قدر خطرہ پیدا ہوا کہ اس نے اس پس ماندہ ترین ملک پر پوری شدت کے ساتھ حملہ کردیا۔ اس نے مسلمانوں کا بہت نقصان کیا مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا اور اب وہ افغانستان سے نکلنے کا راستہ ڈھونڈ رہا ہے۔ مصنف اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ان سو سالوں کا ایک حصہ تو مسلمان غلامی میں رہے۔ اس دور میں آزادی کی جدوجہد کرتے رہے۔ دوسرے حصہ میں حصول آزادی کے بعد آزاد فضا میں سانس لینے کے قابل ہوگئے' مگر سامراجی طاقتوں کی سازشوں کی آماجگاہ بنے رہے' جس کے نتیجے میں 1971ء میں پاکستان کا ایک حصہ بنگلہ دیش کے نام سے الگ ہوگیا۔ آج بھی صورت حال یہ ہے کہ پاکستان واحد سپر پاور امریکہ کی غلامی میں جکڑا ہوا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کا مصنف اُمت کا درد رکھنے والا مسلمان اور سچا پاکستانی ہے۔ اس کی دوررس نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ وہ دن دور نہیں جب پاکستان' ایران اور افغانستان میں نظام خلافت قائم ہوگا۔ اس کی تائید میں اس نے رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئیاں بھی درج کی ہیں جن کا متن اور ترجمہ کتاب کے آخری صفحات میں دیکھا جاسکتا ہے۔

آج پاکستان اور بھارت کے درمیان سرحد کی لکیر کو ختم کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اس طرح ہندوؤں کی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ اکھنڈ بھارت کا خواب پورا کرلیں گے مگر مسلمانوں کی طرف سے اس خیال کی حمایت تو علامہ اقبال' قائداعظم اور دوسرے محسنین اور مشاہیر کی روحوں کو اذیت پہنچانے اور لاکھوں قربانیوں کو فراموش کرنے کی کوشش اور خود کو ہندوؤں کی غلامی میں دینے کی طرف پیش قدمی ہے۔ پاکستانی حکومت کی طرف سے بھارت کو پسندیدہ ملک قرار دینا اسی نادانی' جہالت اور عاقبت نااندیشی کا نتیجہ ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اس کتاب کو کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر شامل نصاب کیا جائے، تاکہ پاکستانی نوجوان آزادی کی قدر و قیمت سے آشنا ہوسکیں۔ اور اپنے دوست اور دشمن کو پہچان سکیں۔ کتاب کا کاغذ اعلیٰ سفید اور کمپوزنگ معیاری ہے۔

کراچی، قرآن کی بے حرمتی کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

تنظیم اسلامی کے حلقہ جات کراچی شمالی و جنوبی کے زیراہتمام 3 مارچ 2012 کو ناٹو افواج کی جانب سے افغانستان میں قرآن حکیم کی توہین کے خلاف ایک احتجاجی مظاہرہ کیا گیا، جس میں تنظیم اسلامی کے ردعمل اور مؤقف سے صحافی برادری اور دیگر حاضرین کو آگاہ کیا گیا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق ساڑھے تین بجے کراچی پریس کلب کے سامنے رفقا نے پلے کارڈز اور بینرز کے ڈسپلے کے ذریعے مظاہرہ کا آغاز کیا۔ ایک ٹرک پر بنے اسٹیج پر تنظیم اسلامی کے امرائے حلقہ جات اور مقررین موجود تھے۔ پروگرام کے آغاز میں انجینئر نعمان اختر نے اس احتجاج کے پس منظر سے آگاہ کیا۔ مقررین میں سب سے پہلے امیر تنظیم اسلامی حلقہ جنوبی حافظ نوید احمد کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ انھوں نے مظاہرین اور صحافیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ نے افغانستان میں ناکامی کے بعد گھٹیا حرکات کے ذریعہ مسلمانوں کی توہین کرنا شروع کر دی ہے، جس میں لاشوں کی بے حرمتی، قیدیوں کی تذلیل، قرآن کو جلانا، بیت الخلا میں بہانا وغیرہ جیسے شیطانی حربے شامل ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ یہودی سازش ہے۔ یہود اپنے معبد کی تیسری تعمیر سے قبل مسجد اقصیٰ کو شہید کرنا چاہتے ہیں۔ ان مذموم عزائم سے قبل یہ اقدامات ہماری غیرت وحمیت کو جانچنے کی کوشش ہے۔ انہوں نے اوباما کے اِس بیان کے حوالے سے کہ اسرائیل کا تحفظ ہمارے لیے مقدس فریضہ ہے، کہا کہ کفار کی چالیں اپنی جگہ مگر اللہ سب سے زیادہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ اس ناپاک جسارت پر غیور افغان بھائیوں کے ردعمل کے باعث اوباما کو معافی مانگنا پڑی۔ آج طالبان سرخرو ہیں اور امریکہ اُن سے مذاکرات کی بھیک مانگ رہا ہے۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ قرآن کی بے حرمتی پر امریکہ اور ناٹو قیادت تمام مسلم امہ اور عالم اسلام سے معافی مانگے۔ صدر انجمن خدام القرآن سندھ اعجاز لطیف نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایک جانب ہم اِس شیطانی حرکت پر احتجاج کر رہے ہیں تو دوسری جانب اپنی قوم کو جگانے کی کوشش بھی کر رہے ہیں۔ ہمارے لئے مقام غور ہے کہ آج دشمن کو یہ جرأت کیوں ہوئی۔ اس جرم ضعیفی کی وجہ یہ ہے کہ قرآن جس مقصد کے لئے نازل ہوا تھا، وہ مقصد ہم نے چھوڑ رکھا ہے۔ لہٰذا ہمیں قرآن کی تعلیمات کو سمجھنا، اُن پر عمل کرنا اور اُن کے نفاذ کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالنا ہوگا۔ ہمیں اسلام کا نظام قائم کرنا ہوگا کہ اس کے بعد کسی کو بھی ایسی گستاخی اور شیطانی حرکت کی جرأت نہ ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم OIC کو جاگنا چاہئے اور امریکہ و یورپ کا متفقہ معاشی واقتصادی بائیکاٹ کرنا چاہئے۔ ناظم دعوت حلقہ کراچی شمالی عامر خان نے خطاب کرتے ہوئے صحافی برادری سے کہا کہ وہ اس پیغام کو تمام عالم تک پہنچانے میں ہماری مدد کرے۔ یہ مشرک چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ ان کا خبث باطن ہے۔ اس کے ذریعہ نہ تو وہ قرآن کی توہین کر سکتے ہیں نہ نبی اکرم ﷺ کی شان کم کر سکتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہمارا طرز عمل کیا ہے؟ کیا ہمارے گھر میں قرآن کی تعلیمات پر عمل ہو رہا ہے۔ اس حوالہ سے ہمارا رویہ کیسا ہے، آیا ہماری عدالت، ہماری تجارت، ہماری پارلیمنٹ، ہمارا حلیہ، ہماری شادی بیاہ کی تقریبات قرآن کی تعلیمات کے مطابق ہیں۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ اپنی بداعمالیوں کے سبب کہیں ہم بھی قرآن کی بے حرمتی کے مرتکب تو نہیں ہو رہے؟ انہوں نے کہا کہ مملکت خداداد پاکستان کو قائم ہوئے 65 سال گزرنے کے باوجود ہم اِس میں قرآن وسنت کے احکام نافذ نہیں کر سکے۔ جس کی وجہ سے امریکہ ومغرب کی غلامی ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ ہمارے پاس عزت وکامرانی اور سربلندی کا ایک ہی راستہ ہے کہ قرآن سے تعلق مضبوط کریں اور اس کے احکامات پر عمل کریں اور اس کی تعلیمات کو نافذ کرنے کی جدجہد کریں۔ آخر میں حافظ نوید احمد نے دعا کروائی۔ اِس کے ساتھ مظاہرہ کا اختتام ہوا۔ اس مظاہرہ میں دونوں حلقہ جات سے 550 رفقا نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے اور ہمیں مؤثر انداز سے منکرات کے خلاف جدوجہد کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!) (مرتب: عطاء الرحمٰن عارف)

حرف عقیدت

ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور کی نذر

بلقیس قمر سبزواری

اُس نے قدموں کو بڑھانے کی قسم کھائی تھی
خواب کو خواب میں پانے کی قسم کھائی تھی

آج موجوں سے نہیں کوئی الجھنے والا
اُس نے طوفان میں جانے کی قسم کھائی تھی

اک فقط جذبِ شہادت کو سمجھنے کے لیے
دل میں احساس جگانے کی قسم کھائی تھی

ایک سنگین سے لمحے نے کیا دور اسے
جس نے انساں کو بچانے کی قسم کھائی تھی

ساری دنیا ہے عجب آگ کا طوفاں لیکن
اس نے گلزار بنانے کی قسم کھائی تھی

اس نے اک فکرِ شریعت کو بچانے کے لیے
آگ میں پھول کھلانے کی قسم کھائی تھی

برق رفتاری سے گزری ہے عجب موت قمر
ہم نے تصویر بنانے کی قسم کھائی تھی

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ العزیز

ہمک ماڈل ٹاؤن (مسجد قبا) اسلام آباد میں

مبتدی و ملتزم تربیتی کورسز

14 تا 20 اپریل 2012ء

{ہفتہ (نماز عصر) تا جمعۃ المبارک (نماز جمعہ)}

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء ان میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت تنظیم اسلامی

(042)36316638-36366638 0333-5382262

Abdul Rauf Wasif

CONTINGENT REALITY OF BODY

It is a general idea that this five/six feet structure with two hands, two legs, a torso and a head is the real man. The question is that is our body the real us? Or the truth lies somewhere else?

First, we should know how bodies came into existence. Well it is a well-known fact; they have their origin in this earth, the soil from which the first animal cell erupted, which evolved to bring us these bodies. Now, after evolving, everybody has its origin in a mere drop of sperm. Is this the reality of man? Is man this low?

Then comes a time, the time of decaying, when body --- being temporal and contingent --- has to return to its real origin, the first origin: the earth. Everybody will turn to soil. Perhaps death is one of the biggest realities, which no one can deny. Just after some years, the body goes away. We are deprived of it. Some get sixty years of life whereas only a small number can touch the figure of hundred. No one is sure when he is going to lose his life. This happens suddenly, at any time, even in infancy. Is this our life --- so short? Will we just live for a limited number of years with our bodies?

Yes, this is the truth. Our bodies will be taken away from us suddenly, at any time without informing us, but our selves and our spirits will continue to exist. These existed before the birth of their bodies and shall continue to live even after losing them, until they get another one. Every spirit deprived of body is waiting to get another one on the day of resurrection.

What is the relation of spirit and body? Think of a man driving a car. It is upto him whether he wants to move it backwards or forwards, or to stop it. He can turn it right or left and likewise he could make the car go wherever he wants. It is in his control. Similarly, our body is like a car. It is just a tool, which we use to perform some good or bad deeds. We have some control over it and can make it do whatever we like. However, as the man cannot alter or have no control over the car's internal systems, the circuits, the flow of fuel to engine and all the processes which make the car move, our bodies' internal processes are out of our reach too. For instance, we cannot stop our beating heart, growing hair or nails.

Furthermore, some forces that help us maintain our bodies are called animal instincts. These help us to keep our tool healthy and in a working condition, so we may continue to do what we got this body for, and that is seeking Allah.

Now think of a person who serves all his energy improving his car, making it look good, enhancing its performance and he is so dissolved in the work that he forgets about himself. As a result, he may fall ill. People will start avoiding him because of his hygiene. He may even die early. This is exactly what will happen to a person who forgets his self and focuses on his body, a mere tool. As a result, he will be diverted from his real mission. In its place, he would make maintenance of the body his actual mission. For this, he will satisfy his animal instincts in wrong ways and more than needed. In the end, disapproval of the society will be his gift. If not that, then one thing is sure: he will face Allah's anger and punishment.

One should only maintain his body only for worshiping Allah and keep in mind the reality of his self --- the spiritual soul. Consciousness is the real thing and if we have consciousness of our *Deen* then only we can succeed in true worship of Allah and attain eternal bliss in the Hereafter.

اسلامیات کے نصاب سے قرآن وحدیث کا اخراج!

وزیر اعلیٰ پنجاب جناب محمد شہباز شریف کے نام کھلا خط

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وطن عزیز میں کبھی سیاسی شعبدہ بازوں نے سوشلزم کا نعرہ لگایا اور کبھی کسی روشن خیال جنرل نے کتے گود میں لے کر سیکولرازم کی طرف مارچ کیا۔ شریف فیملی برسراقتدار آئی تو عوام کو یہ توقع تھی کہ اسلام کی طرف پیش رفت ہوگی' اس لیے کہ میاں محمد شریف مرحوم ومغفور کا اسلام کی طرف رجحان ہی نہیں گہری وابستگی بھی تھی۔ لیکن یہ خبر عوام پر بجلی بن کر گری کہ پنجاب حکومت نے نویں اور دسویں جماعت کے اسلامیات کے نصاب میں قرآن پاک کی تینوں سورتوں (یعنی الانفال' الاحزاب اور الممتحنہ) کو نصاب سے خارج کر دیا ہے۔ اور ان کی جگہ قرآن مجید میں سے صرف دس آیات شامل کی گئی ہیں۔ گویا ایک سو اکسٹھ آیات کی جگہ صرف دس آیات کو شامل نصاب کیا گیا ہے۔ اسی طرح اسلام کی اخلاقی تعلیمات پر مشتمل احادیث مبارکہ کا خوبصورت گلدستہ بھی نکال کر احادیث کے تعارف اور اقسام کے حوالہ سے نہایت دقیق فنی مباحث چھیڑ کر قوم کے نونہالوں کے ذہنوں کو کنفیوز کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مزید برآں سیرت النبیؐ کے حصے میں سے بھی کافی اہم حصہ خارج کر دیا گیا ہے۔

ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ شریف فیملی کا کوئی معزز فرد یہ کام نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بے لگام اور مغرب زدہ بیوروکریسی نے وزیر اعلیٰ کی بے پناہ مصروفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سیکولر عناصر کے ایجنڈے کو آگے بڑھایا ہے۔ ہم آپ سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ قوم کے نونہالوں کو نظریاتی طور پر صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے کی خاطر آپ اس کا فوری نوٹس لیں' اور اسلامیات کے سابقہ سلیبس کو بحال کرنے کے احکامات جاری کر دیں۔ بلکہ اگر اس میں مزید آیات واحادیث کو شامل کر کے نوجوانوں کی ہدایت ورہنمائی کی خاطر تبدیل کیا جائے تو یہ ملک وملت کے بہترین مفاد میں ہوگا۔

والسلام مع الاکرام

خیر اندیش

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی

(برائے رابطہ: 0321-4893436)